سلسلہ مطبوعات 30

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیهم ولاهم یحزنون ۔ (الآیۃ)

مسئلہ وحدۃ الوجود

امت کے جلیل القدر اولیاء کرام کی عبارات کی روشنی میں اسکی تشریح
اور توضیح اور اس پر وارد ہونیوالے اعتراضات کے مفصل جوابات

مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

قطب الارشاد مرشد العلماء حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ

اتحاد اہل سنت والجماعت پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ مسئلہ وحدت الوجود

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

(۱) نبی اقدس کے بارے میں حق جل شانہ نے قران پاک میں جہاں اور صفات کو ذکر فرمایا ہے وہاں ذات نبوت کے لئے خاص طور پر دو صفات کو ذکر کیا ہے (۱) صفت بشیر (۲) صفت نذیر حق جل شانہ اپنی پاک کلام میں فرماتے ہیں انا ارسلناک بالحق بشیرا و نذیرا نبی اقدس ﷺ کی صفات اگرچہ ہزاروں سے متجاوز ہیں مگر مرکزی صفات دو ہیں جن کی طرف ذات حق نے اس آیت مبارکہ میں اشارہ فرمایا ہے (۱) صفت بشیر (۲) صفت نذیر پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد امت میں ان صفات کے ورثاء پیدا ہوئے صفت نذیر میں آنحضرت ﷺ کے ورثاء حضرات فقہاء کرام ہیں جیسا کہ قران میں فرمایا لیتفقھوا فی الدین و لینذروا قومھم (الایۃ) کہ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی فقاہت کی صفت کو حاصل کریں پھر اپنی قوم کو ڈرائیں اور صفت نذیر میں حضور کے وارث بنیں اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صفت نذیر میں وارث فقہا ہیں۔ علامہ سرخسی رحمہ اللہ مبسوط کے خطبہ میں فرماتے ہیں الحمد للہ الذی جعل ولایۃ الانذار للفقہاء تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے انذار کی ذمہ داری فقہاء کے لئے بنائی اور صفت بشیر میں رسول اللہ ﷺ کے ورثاء حضرات صوفیاء کرام ہیں الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون میں اسی طرف اشارہ ہے۔

انسان کے ظاہر کو سنوارنے کے لئے مسائل شرعیہ کی طرف احتیاج ہوتی ہے جو حضرات فقہاء کرام بیان فرماتے ہیں اور باطن کو سنوارنے کے لئے حضرات صوفیاء کرام کی قدم بوسی اور جوتوں کو سیدھا کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح گاڑی کے چلنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ظاہر بھی درست ہو اور باطن میں پیٹرول وغیرہ بھی موجود ہو اسی طرح شریعت پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ظاہر

بھی درست ہو اور باطہ کے اندر کیفیت احسان موجود ہوتا کہ حدیث پاک اعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت نہ ہو تو یوں سمجھ کہ اللہ تجھے دیکھ رہے ہیں ۔کا مصداق بن سکے عام انسان پر دو رکعت نفل پڑھنے بھی بھاری ہوتے ہیں لیکن جن حضرات میں احسان کی کیفیت حاصل ہوتی ہے ان کے لئے سینکڑوں نوافل پڑھنا آسان ہوتا ہے۔ غیر مقلدین حضرات چونکہ پورے دین کے دشمن ہیں اس لئے وہ حضرات فقہاء کرام کے بھی مخالف ہیں جو ظاہر دین کے علمبردار ہیں اور حضرات صوفیاء کرام کے بھی مخالف ہیں جو باطن کو سنوارنے والے ہیں۔ جس طرح غیر مقلدین حضرات فقہاء کرام کی عبارات پر تلبیسات کر کے بے جا اعتراضات کرتے ہیں اور اپنی آخرت تباہ و برباد کر رہے ہیں اسی طرح حضرات صوفیاء کرام پر بھی بے جا اعتراضات کر کے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنانے میں مصروف ہیں اس لئے کہ اعلان شہنشاہی ہے من عاد لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب جو میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ جنگ کے اندر دوسرے کی اہم ترین چیزوں پر حملہ کیا جاتا ہے اور ان کو تباہ و برباد کیا جاتا ہے انسان کے پاس اس حیات فانی میں سب اعلیٰ و افضل سرمایہ ایمان کا سرمایہ ہے تو جس شخص کے ساتھ ذات ذوالجلال کا اعلان جنگ ہو جاتا ہے پھر ایمان پر خاتمہ اس کے مقدر میں مشکل ہو جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

صوفیاء کرام کی جن عبارات پر بدقسمت لوگ اعتراضات کرتے ہیں ان میں سے بعض عبارات کا تعلق معرکۃ الآراء مسئلہ وحدۃ الوجود کے ساتھ ہے اس لئے آنے والے چند صفحات میں اس مسئلہ کی توضیح و تشریح اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

تمہید:

مسائل کا ایک درجہ عقائد کا ہے دوسرا احکام کا تیسرا احسان کا۔ یہ تینوں دین کے شعبے ہیں جیسا کہ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں واضح طور پر ان کا ذکر موجود ہے۔ پھر عقائد کی دو قسمیں ہیں (۱) ضروریات دین یہ ان مسائل کو کہا جاتا ہے جن میں سے ایک کے انکار یا تاویل باطل سے انسان دین اسلام سے ہی محروم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ توحید، رسالت، ختم نبوت، قیامت، عذاب قبر،

شفاعت، قیامت میں رؤیت باری تعالیٰ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسائل۔

دوسری قسم کے مسائل وہ ہیں جن کی ضروریات اہل سنت کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے انکار سے انسان اہل سنت سے نکل کر اہل بدعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح احکام میں بھی کچھ احکام مجمع علیہ ہیں اور کچھ مختلف فیہ یعنی کچھ احکام ایسے ہیں جن کے انکار انسان کفر میں داخل ہو جاتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ جن کے انکار سے انسان اگرچہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا لیکن اس کا دائرہ اہل سنت سے خروج یقینی ہوتا ہے۔ اور وہ اہل سنت سے نکل ان بہتر فرقوں میں سے کسی ایک کا فرد بدقسمت بن جاتا ہے جن کے متعلق آقائے دوجہاں نے ناری ہونے کی خبر دی ہے۔

تیسری چیز احسان ہے احسان میں ادنیٰ درجہ مراقبہ کا ہے فان لم تکن تراہ فانہ یراک اور اعلیٰ درجہ مقام مشاہدہ ہے ان تعبداللہ کانک تراہ اتی کیفیت احسان کو حاصل کرتے ہوئے مختلف احوال، مکاشفات اور مقامات ذاتی حیثیت رکھتے ہیں اس میں سالک یعنی سلوک طے کرنے والے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا پھر وہ احوال و مکاشفات نہ ہی عقائد کا حصہ ہیں نہ احکام کا کسی کے ذاتی یا کشفی خواب کو اس کی پوری جماعت کا عقیدہ قرار دینا یہ محض تعصب اور جہالت کا شاخسانہ ہے جیسے ہر مسلمان کے خواب کا قرآن و حدیث میں ہونا ضروری نہیں ہے ہاں قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو اور اگر خلاف بھی ہو تب بھی دیکھنے والا معذور ہی ہے اگرچہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ خواب میں غیر عورت کے ساتھ احتلام کا ہو جانا خواب دیکھنے والا معذور ہوگا لیکن شریعت کا ہاں قابل مواخذہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ اس میں بے اختیار ہے ہاں خواب دیکھ کر جس عورت کے ساتھ خواب میں احتلام ہوا ہے بیداری میں اس پر بیوی ہونے کا دعویٰ کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح ہر ہر کشف کا قرآن و حدیث میں ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی کسی کے کشف کو اس کی جماعت کا عقیدہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ صاحب کشف اپنے کشف میں بے اختیار ہونے کی وجہ سے بے گناہ ہے۔ کیونکہ وہ نائم کی طرح مرفوع القلم ہے ہاں! اس کو تسلیم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔ جس طرح بعض خواب عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ ان کی

تعبیر عوام تو عوام بلکہ خواص کو بھی سمجھ میں نہیں آتی اسی طرح بعض کشف بھی عجیب وغریب ہوتے ہیں جس کی تعبیر سمجھ میں نہیں آتی اور بظاہر کتاب وسنت کے خلاف ہوتے ہیں ان کو شطحیات کہا جاتا ہے۔ یہ متشابہات کے حکم میں ہوتے ہیں جس طرح متشابہات کو عقائد نجران کے پادریوں نے قرار دیا اسی طرح شطحیات کو بھی عقائد کا درجہ دینا نجران کے پادریوں کی تقلید ہے۔

فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ کا نام اہل سنت والجماعت ہے اس میں لفظ سنت میں ان کی نسبت جناب رسول اقدس ﷺ کی طرف ہے جو بحیثیت معصوم ہیں اور جماعت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کو معصوم نہیں مانتے ہاں بفرمان رسول اقدس ﷺ ہم امت کے اجماع کو معصوم مانتے ہیں اس لئے کہ کسی بھی فرد کی لغزش یا تفرد کو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا اس لئے کسی بھی شخص کے قول کو دیکھا جائے گا کہ جماعت نے اس کو کیا درجہ دیا ہے اگر عقیدہ کے درجہ میں قبول کیا ہے تو وہ عقیدہ ہوگا اگر احکام کے درجہ میں قبول کیا تو وہ حکم ہوگا۔ اور اگر اس کو شطحیات کے اندر داخل کیا ہے تو وہ شطحیات میں سے ہوگا یعنی نہ اس پر عمل ہوگا اور نہ اس کا قائل قابل مواخذہ ہوگا الغرض کسی آدمی کی ذاتی رائے جس کو جماعت نے قبول نہ کیا ہو اس کو جماعت کا عقیدہ قرار دینا کسی دجال کا ہی کام ہوسکتا ہے اور اس قسم کے فساد کی وجہ دراصل یہ ہے کہ تصوف میں نابلد لوگ صوفیاء کرام کی کتب کو دیکھتے ہیں اور انکی اصطلاحات سے ناواقفیت کی بناء پر اپنی فہم کے مطابق ان عبارات کو غلط مفہوم پہنا کر حضرات صوفیاء کرام کی مخالفت کر کے اپنی عاقبت کو تباہ کرتے ہیں۔

نااہل کے لئے مسائل تصوف میں غور وخوض قابل مذمت ہے:

حضرت حاجی امداد اللہ کا فرمان صاحب شمائم امدادیہ لکھتے ہیں کہ:

ایک دن ایک شخص نے مسئلہ وحدت الوجود دریافت کیا حضرت حاجی امداد اللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ حق وصحیح ومطابق بواقع ہے اس مسئلہ میں کچھ شک وشبہ نہیں ہے معتقد علیہ تمامی مشائخ کا ہے مگر قال واقرار نہیں البتہ حال وتصدیق ہے یعنی اس مسئلہ میں تیقن وتصدیق قلبی کافی ہے استتار اس کا لازم اور افشاء ناجائز ہے کیونکہ اسباب ثبوت اس مسئلہ کے کچھ نازل ہیں بلکہ بحد ے دقیق کہ فہم عوام

بلکہ فہم علماء ظاہر میں کہ اصطلاح عرفاء سے عاری ہیں نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اور دوسروں کو سمجھانا کب ممکن ہے بلکہ جن صوفیوں کا سلوک ناتمام ہے اور وہ مقام نفس سے ترقی کر کے مرتبہ قلب تک ن ہیں پہنچے ہیں اس سے ضرر شدید پاتے ہیں اور مکر نفس سے چاہ الحاد و قعر ضلالت میں پڑ جاتے ہیں نعوذ باللہ منہا اس جگہ پر زبان روکنا واجب ہے (شمائم امدادیہ ص ۳۰)

حضرات امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں شیخ الشیوخ ہمعصر اور ہم وطن ابن عربی لوگوں نے شیخ اکبرؒ کا حال ان سے پوچھا فرمایا فھو زندیق آدمی ان کی صحبت سے اعتراض کرتے تھے جب انہوں نے وفات پائی لوگوں نے شیخ الشیوخ سے ان سے آخرت کا حال دریافت کیا ارشاد ہوا مات قطب الوقت من کان ولی اللہ تمام لوگ متعجب ہوئے عرض کیا کہ کیوں ان کو زندیق کہہ کر ہم کو استفادہ سے محروم رکھا جواب میں فرمایا کہ وہ ولی واصل بحق تھے لیکن جذبہ قوی رکھتے تھے ہر چند مقرب بارگاہ تھے مگر قابل اتباع نہ تھے اخیر زمانہ میں مجذوب ہو گئے تھے اور زبان ان کی افشاء اسرار میں بے اختیار ہو گئی تھی اگر تم لوگ ان کی صحبت میں رہتے تو گمراہ ہو جاتے کیونکہ غلبہ حال سے ایسی ایسی باتیں کرتے تھے جو تمہاری سمجھ میں آنے کے قابل نہ تھیں اور عوام کے لئے نقصان رساں تھیں۔ اگر خیال کرو تو میں نے تمہارے اوپر احسان کیا پس اس جگہ فرمانا چاہیے کہ ہم لوگوں کا کیا منصب ہے کہ کس و ناکس بازاریوں سے مسئلہ وحدۃ الوجود وحدۃ الموجود کا ذکر کریں اور عوام کو تھوڑا بہت ایمان تقلیدی رکھتے ہیں اس ایمان سے بھی بے نصیب کریں اس معاملہ میں گفتگو فضول ہے بلکہ اپنا وقت اور عوام کا اعتقاد ضائع کرنا ہے (شمائم امدادیہ ص ۳۲)

امام شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا میں ایسے تمام لوگوں کو جو کہ اہل کشف کے کلام کے سمجھنے تک پہنچنے سے عاجز ہیں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ظاہر کلام متکلمین کے ساتھ قائم رہیں اس سے آگے تجاوز نہ کریں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کشف کے عقائد تو ایسے امور پر مبنی ہیں جو مشاہدہ کے متعلق ہیں (اور مشاہدہ عام نہیں) اور غیر اہل کشف کے عقائد ایسے امور پر مبنی ہیں جن پر ایمان رکھتے ہیں (اور ایمان عام ہے) (التنبیہ الطربی ص ۵)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پس اگر مخاطب جنس عوام سے ہوگا جو کہ فرق مراتب بخوبی نہیں کر سکتا تو اس کے سامنے اس مسئلہ کا بیان کرنا الحاد و زندقہ کا سبب ہوگا اسے احتراز کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت معاذ کی حدیث بخاری شریف کتاب العلم باب الرخص بالعلم قوماً دون قوم حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا حضرت معاذ کے آپ ردیف تھے اے معاذ! انہوں نے عرض کیا میں حاضر ہوں حضور ارشاد، آپ نے فرمایا جو کوئی صدق سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر آتش دوزخ حرام کر دے گا۔ معاذ نے عرض کیا کہ میں لوگوں کو بشارت نہ سناؤں حضور ﷺ نے فرمایا پھر لوگ اعمال کرنے چھوڑ دیں گے۔ (فتاوی عزیزی ج ا ص ۲۸۔۲۹)

ذوقیات:

آئمہ مجتہدین احکام شرعیہ کا استنباط کتاب وسنت سے فرماتے ہین اس لئے ان احکام پر عمل کرنا کتاب وسنت پر ہی عمل ہے اس لئے ان کے فتاوی حجت شرعیہ ہیں اس کے برعکس صوفیاء کرام جب مقام مشاہدہ کی لذت چکھتے ہیں تو اپنے ذوقیات کو بیان فرماتے ہیں اور ذوقیات کے بیان کے لئے الفاظ کا دائرہ بہت تنگ ہے مثلاً جس نے خود سیب نہیں چکھا اپ اسے الفاظ سے اس کی مٹھاس نہیں سمجھا سکتے وہ پوچھے گا گڑ جیسا میٹھا ہوتا ہے، آپ کہیں گے نہیں، سیب میٹھا تو ہوتا ہے مگر اس کی مٹھاس گڑ سے مختلف ہے وہ کہے گا آم جیسا میٹھا ہوتا ہے، آپ کہیں گے نہیں آپ بات کو جتنا بڑھائیں گے بات الجھتی ہی جائے گی اور آخر وہ آپ سے لڑ پڑے گا کہ تم عجیب عالم ہو کہ بات سمجھا ہی نہیں سکتے۔ اب آپ ایک قاش سیب کی اسے کھلا دیں اب وہ اس کی مٹھاس چکھ لے گا مگر آپ اسے کہیں اب تم الفاظ میں اس فرق سمجھاؤ تو وہ کبھی بھی نہ سمجھا سکے گا۔ اسی طرح آپ بچے کو الفاظ میں لذت جماع سمجھانا چاہیں تو حیرت و ناکامی کے سوا کچھ نصیب نہ ہوگا۔ بے اولاد عورت کو آپ ماں مامتا کی محبت الفاظ میں نہیں سمجھا سکتے۔ ہاں جب وہ خود ماں بن جائے گی اب بغیر کسی کے سمجھائے ہی اسے ممتا کا پتا چل جائے گا۔ تو صوفیاء کے مقامات ذوقی ہیں وہ ہر مقام پر یہی نعرہ لگاتے ہیں بخدا نہ دانی تا نہ چشی (خدا کی قسم جب تک نہ چکھو گے نہ جان سکو گے کہ ذائقہ کیا

ہے)اور غیر مقلدین ذوقیات کو الفاظ کے پیمانوں سے ناپتے ہیں اس لئے ضلوا و اضلوا کا مصداق بنتے ہیں۔ دیکھئے چینی میٹھی ہے اس کی مٹھاس کو صاحب ذوق ہی جانتا ہے اگر بلغم کے غلبہ سے زبان قوت ذوق کھو بیٹھی ہو تو اس بے ذوق زبان کے لئے چینی اور ریت برابر ہے۔ اب ظاہر ہے کہ صاحب ذوق کے سامنے بے ذوق کی بات کو کوئی بے ذوق ہی قبول کر سکتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ غلبہ صفراء سے ذوق بالکل بگڑ چکا ہو اور وہ چینی کو کڑوا زہر قرار دے اور وہ بدذوق چینی کی مخالفت کتب میں لکھنی شروع کر دے کہ چینی زہر ہے اس سے بچو اور چینی بیچنے والوں کو گالیاں دینا شروع کر دے تو عقلمند لوگ ذوقیات میں صاحب ذوق کی ہی بات مانیں گے بے ذوق کو بیمار اور معذور سمجھیں گے اور بدذوق کے واویلے اور غل غپاڑے پر کوئی عقلمند کان بھی نہ دھرے گا۔

موجودہ غیر مقلدین کا صوفیاء کرام کے خلاف واویلا اپنی جہالت کا مرثیہ اور ایک احمقانہ غل غپاڑہ ہے ان کا ایمانی ذوق بگڑا ہوا ہے۔ اعتماد علی السلف کی بجائے اکابر سے بدگمانی اور اسلاف پر بد زبانی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے اور فکر آخرت تو ان کے قریب سے بھی نہیں گزرا اس وجہ سے یہ ہدایت سے محروم ہیں۔ اور کتنے جاہلوں کو انہوں نے راہ ہدایت سے گمراہ اور محروم کیا گمراہی کا پہلا سبب اللہ والوں سے وحشت ہے دوسرا سبب اہل اللہ سے نفرت ہے اور آخری سبب اللہ والوں سے عداوت۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہو جاتا ہے اور ہدایت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

وحدت الوجود کی اہمیت:

عالم اسلام کے مایہ ناز مؤرخ ابوالحسن ندوی اس مسئلہ کی اہمیت کے بارے لکھتے ہیں:

اس مسئلہ کا اثر شیخ اکبرؒ کے زمانہ کے بعد اتنا ہمہ گیر بلکہ عالمگیر تھا کہ کہا جا سکتا ہے کہ صوفیا خلا سفہ اور شعراء میں نوے فیصد اس مسئلہ کے قائل یا اس سے مرعوب ہو کر اس کے ہمنوا بن گئے ہیں شیخ سے اختلاف کرنے والے زیادہ تر محدثین فقہاء اور وہ علماء ہیں جن کو علمائے ظاہر کہا جاتا ہے ان میں حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ سخاوی، ابو حیان ہیں، مفسر شیخ الاسلام عزالدین ابن عبدالسلام، حافظ ابو زرعہ، شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی، ملا علی قاری، علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہم اللہ جیسے

نامور علماء اور آئمہ فن تھے۔

یہ حضرات اگرچہ اپنے علم وفضل کتاب وسنت پر وسیع اور گہری نظر اور علوم دینیہ میں تبحر کے لحاظ سے بہت فائق تھے لیکن ایک دو کو مستثنیٰ کر کے اہل تصوف وحقائق کو ان میں سے کسی کا حقائق وعلوم باطنی کا رمز آشنا ہونا تسلیم نہیں اس لئے ان کی مخالفت کو الناس اعداء ما جھلوا لوگ جس کو جانتے نہیں اس کے دشمن ہو جاتے ہیں کے عام اصول پر محمول کیا گیا۔ (تاریخ دعوت عزیمت ص ۴۲۶ ج ۴)

شیخ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

جیسا کہ اوپر کہا گیا مسلک وحدۃ الوجود کی تردید اور شیخ اکبرؒ پر تنقید کرنے والے زیادہ تر علوم ظاہر کے دریا کے غواص اور حقیقت ومعرفت کے کوچہ ریاضت ومجاہدہ کی دنیا اور معارف وحقائق اور عملی تجربات اور ذوق سے نا آشنا تھے اس لئے اس مشرب کے ذوق آشنا ان کی تنقیدات کو یہ کہہ کر نا قابل اعتناء قرار دے دیتے تھے۔

لذت مے نہ شناسی بخدا تا چشی اور ع

چوں نا دیدند حقیقت رہے افسانہ زوند

(تاریخ دعوت وعزیمت ۱۷۲ ج ۴)

مولانا نذیر احمد عرشی شارح مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

واضح ہو کہ وحدۃ الوجود کا مسئلہ وہ معرکہ خیز مسئلہ ہے جس کی بناء پر صدیوں سے اہل ظواہر اور صوفیا میں سخت اختلاف چلا آتا ہے بزرگان سلف قدیم اس مسئلہ پر اشارات کرتے آتے ہیں اور صوفیاء علیہ اس مسئلہ کو معرفت کی جان سمجھتے ہیں طبقہ سلف کے گزر جانے اور ہجرت نبویہ سے پانچ سو برس منقضی ہونے کے بعد اس مسئلہ میں صوفیاء کے دو گروہ ہو گئے ایک گروہ وحدۃ الوجود کا اور دوسرا وحدۃ الشہود کا قائل سمجھا جاتا۔ (مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم)

وحدۃ الوجود کی تشریح وتوضیح کے بعد صاحب مفتاح العلوم وحدۃ الشہود کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں اوپر بیان کیا گیا تھا کہ ہجرت سے پانچ صدی بعد صوفیا کے دو گروہ ہو گئے ایک گروہ

وحدت الوجود کا قائل ہے اور اس مسئلے پر تقریریں اوپر درج ہو چکیں۔ دوسرا گروہ صوفیا سلف کے ان اشارات کی تاویل کرتا ہے اور اس کو سکر و استغراق پر محمول کرتا ہے ان حضرات کو وحدۃ الوجود کی واقعیت سے انکار ہے اور فرماتے ہیں کہ سالک کو بعض اوقات وحدۃ الوجود کا احساس ہوتا ہے لیکن نفس الامر میں وہ واقع نہیں جیسے کہ سورج کی روشنی میں تمام ستارے بے نور ہو جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے حالانکہ نفس الامر میں وہ وہ موجود و منور ہوتے ہیں لیکن دن کے وقت نور آفتاب کے غلبہ سے ان کا نور مضمحل ہو جاتا ہے پس یہ وحدۃ جس کو وحدت الوجود کہا جاتا ہے دراصل وحدۃ الشہود ہے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی اور بہت سے دیگر حضرات متقدمین میں سے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ اور ان کے اتباع متاخرین میں سے واحدۃ الشہود کے قائل ہیں۔

جس طرح شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے وحدۃ الوجود (جو پہلے سے مسلمان صوفیا میں موجود تھا کو مرتب اور باضابطہ طور پر پیش کیا جس کے سبب یہ ان کی ذات سے منسوب ہو کر رہ گیا اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی جنہیں نظریہ وحدۃ الشہود کا بانی تصور کیا جاتا ہے نے پہلے سے موجود اس تصور کو باضابطہ و باقاعدہ طور پر پیش کیا جس سے اس تصور نے ایک نظریہ کی صورت اختیار کر لی ہر دو نظریات کو اسلامی تصوف میں بڑی اہمیت حاصل ہے اگرچہ عام طور پر انہیں متضاد نظریات سمجھا جاتا ہے مگر بہت سے خواص کے نزدیک ان میں تضاد نہیں کچھ کے نزدیک وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود کا متمم ہے اور کچھ حضرات وحدۃ الشہود کو وحدۃ الوجود ہی کی ایک تعبیر بتاتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ کی تحقیق وحدۃ الوجود کے بارہ میں صاحب شمائم امدادیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص نے مسئلہ وحدت الوجود دریافت کیا حضرت حاجی امداد اللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ حق و صحیح و مطابق بواقع ہے اس مسئلہ میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے معتقد علیہ تمامی مشائخ کا ہے مگر قال و اقرار نہیں البتہ حال و تصدیق ہے یعنی اس مسئلہ میں تیقن و تصدیق قلبی کافی ہے استتار اس کا لازم اور افشاء ناجائز ہے کیونکہ اسباب ثبوت اس مسئلہ کے کچھ نازک ہیں بلکہ بحدے دقیق کہ فہم عوام

بلکہ فہم علماء ظاہر میں کہ اصطلاح عرفاء سے عاری ہیں نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اور دوسروں کو سمجھانا کب ممکن ہے بلکہ جن صوفیوں کا سلوک ناتمام ہے اور وہ مقام نفس سے ترقی کر کے مرتبہ قلب تک نہیں پہنچے ہیں اس سے ضرر شدید پاتے ہیں اور بکر نفس سے چاہ الحاد وقعر ضلالت میں پڑ جاتے ہیں نعوذ باللہ منہا اس جگہ پر زبان روکنا واجب ہے۔ (شمائم امدادیہ ص ۳۰)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ۷ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو نانوتہ میں بعد جلسہ دوم مدرسہ دیوبند اس وقت مفتی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور چند آدمی بیٹھے تھے، فقیر راقم محمد جمال الدین عفی عنہ نے قاسم الخیرات مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی سے ذکر کر دیا کہ قاضی عنایت علی منگلوری رڑ کی میں کہتے تھے کہ میں نے مولوی محمد قاسم سے وحدۃ الوجود کا ثبوت چاہا با صواب جواب نہ پایا یہ بات کیونکر ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے صاف صاف کہہ دیا کہ کس سے کہوں کوئی سمجھے تو سمجھاؤں شہود اور وجود دونوں درست ہیں۔ قاضی صاحب ممدوح ایسے غبی ہیں کہ انکی تمام کو وہ اقلیدس میں سے اس وقت کہ ہم نے پڑھی نہ تھی، پانچویں یا نویں الٹی شکل اول مقالہ اقلیدس لکھ کر جو ثبوت مانگا حل نہ کر سکے پھر آپ بتائیں کہ وحدت الوجود کو کیا سمجھیں گے کوئی اس مادہ کا آدمی گفتگو کرے اور سمجھے چنانچہ احقر راقم کے نام مولانا کا مکتوب ایک بڑی حجت ہے اس سے مراد جمال قاسمی ہے جس مکتوب میں حضرت نانوتویؒ نے مسئلہ وحدت الوجود اور حیات انبیاء علیہم السلام بیان کیا ہے۔ (فیوضات حسینی ص ۹۴)

مسئلہ وحدۃ الوجود پر دلائل

وحدت الوجود کی قرآنی بنیاد:

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

هو الاول و الاخر و الظاهر و الباطن و هو بكل شيء عليم.

وہ اللہ تمہارا اول بھی ہے آخر بھی ہے ظاہر بھی ہے باطن بھی ہے اور وہی ہر شے کا جاننے والا ہے نبی مکرم حضور سرور دو عالم ﷺ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر ایک دعا کی صورت میں یوں فرمائی ہے۔

اللھم انت الاول فلیس قبلک شی و انت الاخر فلیس بعدک شی و انت الظاھر فلیس فوقک شی و انت الباطن فلیس دونک شی۔

اے اللہ تو اول ہے پس تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو آخر پس تیرے بعد کوئی چیز نہیں اور تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی شے نہیں اور تو باطن ہے پس تیرے سوا کوئی شے نہیں۔

از روئے تعلیمات قرآن اللہ تعالیٰ ہمارا الہ ہے وہی ہمارا معبود ہے۔ وہی ہمارا رب ہے، ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں لیکن اس کے ساتھ قرآن حکیم نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ہمارا اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، وہ ہم سے قریب ہے، اقرب ہے، وہ ہمارے ساتھ محیط ہے، تو پھر ہم کیا ہیں؟ ہمارا اس سے کیا ربط ہے؟

وحدت الوجود اسی عقیدہ لاینحل کا حل ہے قرآنی تعلیمات کی رو سے ہمارے اپنی ذات کے عرفان ہی سے حق تعالیٰ کا عرفان ممکن نظر آتا ہے اس لئے سب سے پہلے عرفان نفس حاصل کرنے کے لئے قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

منجملہ تمام اشیاء کائنات ہماری ذات پر بھی لفظ شی کا اطلاق ہوتا ہے (اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تخلیق اشیاء کے متعلق ارشاد فرمایا)

انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون ۔ (یسین آیت ۸۲)

اس کا حکم یہی ہے وہ جس شے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں خطاب شی سے ہو رہا ہے یعنی امر کن کی مخاطب شی ہے یہاں دو احتمال ہیں۔

(۱) یا تو وہ شی جس سے خطاب ہو رہا ہے خارج میں موجود ہے۔ (۲) یا معدوم ہے۔

پہلی صورت میں امر کن خطاب تحصیل حاصل ہے خارج میں موجود شی کا موجود ہو جانا بے معنی ہے۔

اگر شی معدوم محض ہے تو پھر خطاب باطل ہوگا کیونکہ معدوم محض مخاطب کیسے ہو سکتی ہے لہذا ضروری ہے کہ وہ شی جسے ارادہ الٰہی خارج میں موجود کرنا چاہتا ہے، جو امر کن کی مخاطب علماً تو ثابت ہو علمی یا ذہنی وجود کے ساتھ اور خارجاً معدوم ہو بوجود عینی اشیاء کی اسی عدمیت خارجی پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے۔

وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئا.(مریم الآیۃ ۹)
قبل ازخلق تو کوئی شے نہ تھا یعنی معدوم تھا وجود خارجی نہ رکھتا تھا میں نے تجھے خلق کیا۔

ان نصوص سے دو باتوں کا اثبات ہوتا ہے۔

(۱) ہر شے قبل از تخلیق حق تعالیٰ کی معلوم ہے اس کا ثبوت علمی ذات حق میں متحقق ہے۔ قبل ازخلق خالق کو اپنی مخلوق کا علم ضروری ہے اور تخلیق کے بعد بھی وہ حق تعالیٰ کی معلوم ہے لہذا شے کی ماہیت معلوم ہے علم الٰہی میں ثابت اور اسی کی ذات پر عارض یا ذات میں مندرج۔

(۲) ہر شے خارجاً مخلوق ہے حق تعالیٰ اس کا خلاق ہے اشیاء کی ذوات قبل تخلیق علم الٰہی میں ثابت ہیں ثبوت علمی رکھتی ہیں، معلومات حق ہیں، صور علمیہ حق ہیں۔ صوفیاء کی اصطلاح میں یہی اعیان ثابتہ کہلاتی ہیں۔ یہی امر کن کی مخاطب ہیں اور یہی مرتبہ علم باطن سے عین (ظاہر وخارج) میں آنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اسی اعتبار سے تمام عالم کا نام ممکن الوجود ہے بالغیر موجود ہے۔ علماً و خارجاً علماً اس لیے کہ اشیاء ذات الٰہی کی صورت علمیہ ہیں اور اسی سے قائم ہیں خارجاً اس لیے کہ یہ حق تعالیٰ کے حکم ہی سے وجود خارجی پا رہی ہیں اور اپنے وجود میں اس کی محتاج ہیں۔ وجود کو مستعار لے رہی ہیں کہ قبل تخلیق وجود خارجی سے عاری تھیں معدوم اضافی تھیں اور لم تکن شیئا کا مصداق تھیں۔ اب ہم خالق ومخلوق کی ذوات (عالم ومعلوم) کے درمیان جو ربط پایا جاتا ہے اس کی نوعیت پر غور کرتے ہیں ذات خالق اور ذوات مخلوق میں بے تاویل و بے احتمال اصطلاح غیریت ثابت ہوتی ہے ایک مثال پر غور کریں کہ ایک مصور نے اپنے ذہن میں موجود ایک باغ کے تصور کو تصویر کی صورت پردہ پر پیش کیا باغ بحیثیت صورت علم مصور کے ذہن میں پایا جاتا ہے اور اپنے وجود ذہنی کے لئے ذہن مصور کا محتاج ہے یعنی قائم بالذات نہیں قائم بالغیر ہے۔ مصور کا ذہن اس کا مقوم ہے قیوم ہے، خود قائم بالذات مصور کا بنایا ہوا نقش ایک صورت ہے یعنی متعین و متحیز ہے محدود و مقید ہے غرض ذہن اور صورت ذہنی مصور اور تصویر کسی معنی میں ایک نہیں نقاش نقش نہیں نہ نقش نقاش ہے دونوں میں مغائرت کلی پائی جاتی ہے اسی طرح بلاتشبیہ ب بلاتمثیل یہ کہا جاسکتا ہے ذات حق (عالم) اور ذوات اشیاء (معلوم) خالق ومخلوق میں غیریت کلی پائی جاتی ہے۔

ذات حق بالذات موجود ہے قائم بالذات ہے اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہیں اور حیات وعلم ارادہ و قدرت ساعت بصارت کلام جملہ صفات وجودی سے متصف ہے اس کے برخلاف ذوات اشیاء فی نفسہ شان عدمیت رکھتی ہیں کیونکہ انہیں وجود ذاتی نہیں یہ اپنی اصل و ماہیت کے لحاظ سے صور علمی ہیں اور اس لئے بالغیر ثبوت علمی یا وجود ذہنی رکھتی ہیں وجود ذاتی نہ ہونے کا نام عدم ہے عدم اضافی عدم حقیقی نہیں اور پھر ان ذوات عدمیہ میں نہ صفت حیات ہے نہ علم، نہ ارادہ، نہ قدرت، نہ ساعت، نہ بصارت، نہ کلام بلکہ یہ ذوات عدمیہ جملہ صفات عدمی سے متصف ہیں اب جو ذات وجود وصفات و جودیہ سے عاری ہو وہ فعل کا مصدر کیسے بن سکتی ہے، اور فعل اس کا ذاتی کب ہو سکتا ہے، البتہ اس میں قابلیات امکانیہ وفعلیہ کا تصور کیا جا سکتا ہے جن کو کسبیات بھی کہا جاتا ہے، یہی اس کی ذاتیات ہیں جو ذات وجود وصفات وافعال سے محروم ہو اور محض ثابت فی العلم ہو اس سے آثار کا ترتب بھی ناممکن ہے ذات حق، ذات خلق، عالم ومعلوم کا یہ فرق ہے۔

حضرت امام ولی اللہؒ کے عم بزرگوار حضرت شیخ محمد صاحبؒ جو حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے استاذ بھی ہیں فرماتے ہیں کہ وجود عالم مستلزم ہے عدم واجب کو کیونکہ بر تقدیر وجود عالم واجب یا تو خارج از عالم ہوگا تو محدود ہوگا اور محدود واجب نہیں ہو سکتا یا داخل عالم ہوگا پس حلول لازم آیا، حالانکہ حق تعالیٰ حلول سے منزہ ہے اور اسی عدم ممکنات من جمیع الوجوہ بھی ضروری البطلان ہے لہذا یہ بات متعین ہوگئی کہ عالم عبارت ہے حقیقت وجود کے تعینات اعتبار سے یا بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ عالم بذات خود معدوم ہے اور پھر موجود بالغیر ہے اور وہ غیر اس کا قیوم ہے۔ (انفاس العارفین ص ۱۰۱)

وحدت اور اتحاد:

اہل فہم کے ہاں یہ مسلم اصول ہے کہ ہر کثرت کسی وحدت کی طرف سمٹ آتی ہے مثلاً دنیا میں کروڑہا مرد وعورتیں ان کی ساری کثرت ایک لفظ انسان میں سمٹ آئے گی اس کو وحدت انسانیت کا نام دیا جاتا ہے۔ اس وحدت میں سارے انسان آ گئے مگر نبی نبی ہی رہا، امتی امتی ہی، کافر کافر ہی رہا اور مسلمان مسلمان، باپ باپ ہی رہا اور بیٹا بیٹا ہی، بہن بہن ہی رہی، بیوی بیوی ہی۔ اب اگر کوئی غیر

مقلد جاہل وحدت انسانیت کا معنی اتحاد انسانیت کرے کہ کافر مسلمان سب ایک ہو گئے بہن اور بیوی کے احکام ایک ہی ہو گئے باپ باپ نہیں، بیٹا بیٹا نہیں رہا۔ پھر وحدت انسانیت کے قائلین کو گالیاں دینے لگے تو اس کو اپنے عقل کا ماتم کرنا چاہیے اسی طرح حیوانات کی ساری کثرت وحدت حیوانیت میں سمٹ آئی اب اگر کوئی منکر تصوف یہ مطلب سمجھے کہ چونکہ میں اور خنزیر دونوں وحدت حیوانیت میں آگئے ہیں اس لئے میں خنزیر ہوں اور ہر خنزیر میں ہوں اور یوں کہے کہ میری ماں اور کتیا چونکہ دونوں وحدت حیوانیت میں شامل ہیں اس لئے میری ماں کتیا ہے اور ہر کتیا میری ماں ہے۔
اسی طرح اجسام کی کثرت وحدت جسمانیت میں آگئی اب اگر کوئی مخالف تصوف یہ کہے کہ میرا باپ بھی جسم ہے اور پاخانہ کی ڈھیری بھی جسم ہے یہ دونوں وحدت جسمانیت کے فرد ہیں اس لئے میرا باپ پاخانہ ہے اور ہر پاخانہ میرا باپ ہے۔
کاش! منکرین تصوف وحدت اور اتحاد کا مطلب سمجھ لیتے تو ذلت و گمراہی کے گڑھے میں نہ گرتے اور خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق نہ بنتے لیکن دیہاتی لوگ کہا کرتے ہیں کہ خدا جب ناراض ہوتا ہے تو اس پر لاٹھی نہیں مارتا بس اس کی مت مار دیتا ہے۔ عارفین کہتے ہیں۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں زند

اسی طرح وجود کا لفظ ایسا ہے کہ خالق اور مخلوق دونوں پر بولا جاتا ہے تو وحدت وجود میں خالق اور مخلوق دونوں آگئے تو اس اعتبار سے وحدت الوجود کا قول کر لیا گیا لیکن خالق خالق ہی رہا اور مخلوق مخلوق ہی، واجب واجب ہی رہا اور ممکن ممکن ہی، اور اس میں اتحاد کا قول کفر ہے۔ شیخ اکبرؒ خود فرماتے ہیں:اما القول بالاتحاد فھو من مقالۃ اھل الکفر و الالحاد. اگر کسی مغلوب الحال کی کلام سے ایسی بو آئے تو وہ معذور ہے جب مغلوب الحال مجنونوں کی طرح مرفوع القلم ہے تو پھر اس پر اعتراض کیسا کیا اس پر اعتراض کرنا شریعت کی کھلی مخالفت نہیں؟

وحدۃ الوجود کی تشریح:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ظاہر ہے کہ تمام کمالات حقیقیہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور

مخلوقات کے کمالات عارضی طور پر ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور حفاظت کے طور پر ان میں موجود ہیں ایسے وموجد کو اصطلاح میں وجود ظلی کہتے ہیں (اور اصطلاح کا منصوص ہونا ضروری نہیں جیسے اصول حدیث کی اصطلاحات کہ ایک بھی ان معنوں میں قرآن وحدیث میں نہیں) اور ظل کے معنی سایہ کے ہیں سو سائے سے یہ نہ سمجھا جائیں کہ اللہ کا کوئی جسم ہے اور یہ عالم اس کا سایہ ہے بلکہ سایہ کے وہ معنی ہیں جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ ہم آپ کے زیر سایہ رہتے ہیں یعنی آپ کی حمایت اور پناہ میں ہیں۔ اور ہمارا امن وعافیت آپ کی توجہ کی بدولت ہے اسی طرح ہمارا وجود بدولت عنایت خداوندی ہے اس لئے اس کو وجود ظلی کہتے ہیں پس یہ بات یقیناً ثابت ہوئی کہ ممکنات کا وجود حقیقی اور اصلی نہیں ہے عارضی اور ظلی ہے اب اگر وجود ظلی کا اعتبار نہ کیا جائے تو صرف وجود حقیقی کا ثبوت ہوگا اور وجود کو واحد کہا جائے گا یہ وحدت الوجود ہے اور اگر اس کا بھی اعتبار کیجئے کہ آخر کچھ تو ہے بالکل معدوم تو نہیں تو غلبہ نور حقیقی سے کسی مقام پر سالک کو وہ نظر نہ آوے (جیسے نور آفتاب کے سامنے ساتے یا جگنو کی روشنی یہ وحدت الشہود ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ نور ماہتاب نور آفتاب سے حاصل ہے اگر اس نور ظلی کا اعتبار نہ کیجئے تو صرف آفتاب کو منور اور ماہتاب کو تاریک کہا جائے گا یہ مثال وحدت الوجود کی ہے اور اگر اس نور کا بھی اعتبار کیجئے کہ اس کے کچھ تو آثار خاصہ ہیں گو وقت ظہور آفتاب کے وہ بالکل مسلوب النور ہو جاوے یہ مثال وحدت الشہود کی ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ اختلاف لفظی ہے مال دونوں کا ایک ہے اور چونکہ اصل اور ظل میں قوی تعلق ہوتا ہے اس کو اصطلاح صوفیاء میں عینیت کہتے ہیں عینیت کا یہ معنی نہیں کہ دونوں ایک ہو گئے یہ تو صریح کفر ہے چنانچہ صوفیاء محققین اس عینیت کے ساتھ غیریت کے بھی قائل ہیں پس یہ عینیت اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی۔ مسئلے کی تحقیق تو اس قدر ہے اس سے زیادہ اگر کسی کے کلام منثور یا کلام منظوم میں پایا جاوے تو حالت سکر کا کلام ہے نہ قابل ملامت ہے اور نہ قابل نقل و تقلید۔ (تعلیم الدین ص ۹۶)

قطب الارشاد حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ مسئلہ وحدت الوجود کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں عینیت کا ایک معنی یہ ہے کہ دو چیزوں کا مکمل طور پر اس طرح ہونا کہ ان میں سے کسی قسم کا بھی فرق

نہ ہو اور غیریت کا معنی یہ ہے کہ دونوں میں کسی قسم کا تغایر امتیاز یا فرق ہو اس معنی میں عینیت و غیریت میں تناقض ہے جس میں دونوں کا کسی محل میں جمع ہونا محال ہے اور لغوی معنی بھی یہی ہے اور اسی میں اکثر عرفاً استعمال ہوتا ہے اس اعتبار سے کوئی شے باری تعالیٰ کی عین ذات نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عینیت کے تو مذکورہ بالا معنی بھی لیے جائیں اور غیریت کے معنی یہ ہوں کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کا دوسری کے بغیر موجود ہو سکنا، عینیت و غیریت کے اس معنی میں باہم تناقض تو نہیں مگر تضاد ہے یعنی دونوں ایک محل پر صادق نہیں آ سکتے مگر مرتفع ہو سکتے ہیں یہ متکلمین کی اصطلاح ہے اس تفسیر سے بھی ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں عینیت نہیں بلکہ غیریت ہے اس لئے کہ مخلوقات بدوں باری تعالیٰ کے موجود نہیں ہو سکتی لیکن باری تعالیٰ بدون مخلوقات کے پہلے بھی موجود تھے۔

عینیت کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ ایک شے کا اپنے وجود میں دوسری شے کی طرف محتاج ہونا، گو دوسری پہلی کی طرف محتاج نہ ہو اور غیریت کے وہی پہلے والے معنی کہ دو چیزوں میں کسی قسم کا تغایر امتیاز یا فرق ہونا یہ اصطلاح صوفیاء کی ہے جس کے اعتبار سے ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں عینیت بھی ہے کیونکہ مخلوقات اپنی ذات میں ذات باری تعالیٰ کی محتاج ہے گو ذات باری تعالیٰ اس احتیاج سے مبرا ہے اور غیریت بھی ہے۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں لاکھوں طرح کے فرق ہیں جیسا کہ فرمایا: انتم الفقراء الی الله والله هو الغنی الحمید

تم سب اللہ تعالیٰ کے ہر طرف محتاج و تابع ہو اور اللہ تعالیٰ ہر طرح غنی و بے نیاز ہے۔

گو اس تیسرے معنی کے اعتبار سے صوفیا تمام مخلوقات کو عین باری تعالیٰ کہتے ہیں مگر بعض اوقات ایک قید اور بڑھاتے ہیں کہ مخلوق کو خالق کی طرف احتیاج کا علم و معرفت بھی حاصل ہو اور اس مقید معنی کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں صوف عارف کے لئے عینیت کا اثبات کرتے ہیں کیونکہ دوسری مخلوق اس عرفان سے خالی ہے پھر بعض اوقات اس قید پر ایک قید بڑھا دیتے ہیں کہ اسکی معرفت میں اس قدر استغراق ہو کہ خود مخلوق بلکہ اپنی ذات و ہستی کی طرف بھی التفات نہ رہے۔

یہ حضرت حکیم الامت مجدد ملت تھانویؒ کی تحقیق ہے جس سے نہ کسی عامی کو انکار ہو سکتا ہے اور نہ کسی

عالم کو تو بحث اس کے سمجھنے کے لئے نہ فلسفی ہونے کی حاجت ہے نہ کسی مابعد الطبیعاتی فلسفہ یا نظریہ کی ضرورت، نہ بندہ کی بندگی میں کوئی فرق آیا نہ خدا کی خدائی یا تنزیہ میں اس سے کوئی نقص آیا جزاھم اللہ تعالیٰ۔ (کذا فی تجدید التصوف)

فائدہ ہمہ اوست کا یہ معنی نہیں کہ ہمہ اور او ایک ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمہ کی ہستی قابل اعتبار نہیں بلکہ او کی ہستی لائق شمار ہے اور باقی کی ہستی کے سامنے فانی کی کوئی ہستی نہیں پس وحدۃ الوجود کا معنی ہے وجود ایک ہونا پس حقیقۃً وجود ایک ہی ہے اور وحدۃ الشہود کا معنی ہے شہود ایک ہونا یعنی واقع میں تو متعدد ہستیاں ہیں مگر سالک کو ایک کا مشاہدہ ہوتا ہے اور دوسرے سب کالعدم ہیں پس وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں اختلاف لفظی ہے۔ فافھم۔ (معاف بہلوی ص ۱۱۲ ج ۴)

اسی طرح شیخ ابو الرضاؒ نے فرمایا:

ایک مرتبہ علماء اور عرفاء کی ایک بڑی مجلس میں میں نے مسئلہ وحدۃ الوجود ثابت کیا اور متکلمین کی عبارات سے تمسک کیا عقلی و نقلی دلائل پیش کئے لیکن وحدۃ الوجود کا ذکر تہ کیا سب نے اس کو قبول کیا دیکھو اہل رسوم کا تعصب الفاظ سے کس طرح زیادہ ہوتا ہے۔ (انفاس العارفین ص ۱۰۲)

مجدد الف ثانیؒ غیر مقلدین کی نظر میں:

اس کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرت مجدد الف ثانیؒ کی وفات کے بعد ان کی تجدیدی مساعی اور ان کی تحریک احیائے دین کے اثرات غازی سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کی حیات مستعار تک باقی رہے۔ (تحریک اہل حدیث ۱۸۱)

(۲) ایسے تیرہ و تار ماحول میں جبکہ ہر طرف کفر و ضلالت رسم و رواج بدعات و سیئات اور فواحش و منکرات کی آندھیوں بلکہ طوفانوں میں ۹۷۱ھ جمعہ نصف شب ۱۴ شوال کو ایک عہد ساز نابغہ عصر شخصیت نے جنم لیا جس کو عرف عام میں شیخ احمد سرہندی فاروقی کہا جاتا ہے۔ (ایضاً ص ۱۶۶)

(۳) جب ظلمت و تاریکی بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آفتاب عالم تاب کو طلوع ہونے کا حکم دیتے ہیں جس سے رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور دن کی روشنی چہار دانگ عالم میں پھیل جاتی ہے

مسلمہ اصول پر فرعون اور موسیٰ کے تحت کفر و ضلالت کی تاریکیوں کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ایسی (مجدد الف ثانی جیسی) عبقری زمان شخصیت کو پیدا کر دیتا ہے کہ وہ استقامت کا پہاڑ بن کر باطل کے سامنے سینہ سپر ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان میں پیغمبرانہ اوصاف ودیعت فرماتے ہیں۔(ایضاً ص۱۶۶)

(۴) شیخ احمد کا کیا مقام ہے اس کے بارے میں علامہ اقبال کی یہ رباعی حقیقت واضح کرتی ہے

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت جس کو کیا خبر دار

(ایضاً ص۱۷۳)

(۵) شیخ احمد وہ پہلے حنفی عالم ہیں جنہوں نے نے اپنی تعلیمات کی بنیاد کشف والہام جھوٹی حکایات اور من گھڑت کرامات کی بجائے کتاب وسنت پر رکھی اور سب سے پہلے کتاب وسنت سے براہ راست مستفادہ کی کوشش کی اور اپنے مکتوبات میں واضح کیا کہ اسلام کا منبع دین کا مصدر اور ماخذ صرف کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔(ایضاً ص۱۷۳۔۱۷۴)

(۶) شیخ مجدد براہ راست کتاب وسنت سے استفادہ کے علمبردار اور داعی تھے۔(ایضاً ص۱۷۵)

(۷) حضرت مجدد الف ثانی کی مخلصانہ مساعی، جرات، حوصلہ تحمل، استقامت اور اخلاص کی بدولت تقریباً ایک صدی تک ان کے اثرات وثمرات زندہ باقی رہے۔(ایضاً ص۱۷۵)

(۸) جناب اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

امام ربانی کے مکتوبات اور مجدد اعظم کی تعلیمات نے جو صور پھونکا تھا اس نے بتدریج حشر کی صورت اختیار کر لی۔(تحریک آزادی فکر ۱۶۹)

(۹) ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان اور تلامذہ ان تمام مصلحین نے اپنے ماحول کے مطابق اپنے حلقوں میں کام کیا۔(ایضاً ص۱۷۴)

(۱۰) ہندوستان کی تحریک احیائے تجدید جس کی ابتداء حضرت سید احمد سرہندی نے فرمائی۔ (ایضاً ص ۳۷۱)

(۱۱) حضرت مجددؒ سے شاہ ولی اللہ کے ابناء کرام تک یہ تمام مصلحین عظام ظاہری اعمال میں عموماً حنفی فقہ کے پابند تھے لیکن ذہنی طور پر تین مقاصد کی تکمیل ان کا مطمع نظر تھا۔ تصوف کے غلو آمیز مزاج میں اعتدال۔ (ایضاً: ص ۳۷۳)

(۱۲) حضرت مجدد نے مکتوبات میں بدعات کے خلاف کس قدر کڑی تنقید فرمائی ہے۔ (ایضاً ص ۳۷۳)

(۱۳) ڈاکٹر اسرار مولانا داؤد غزنویؒ کے حالات میں لکھتے ہیں ایک بات جب میں نے مولانا سے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جلد اول عاریۃً مانگی تو مولانا نے فرمایا ڈاکٹر صاحب اس کتاب کو میں نے آج تک کبھی اپنے سے جدا نہ کیا اور نہ کسی دوسرے کو یہ کتاب عاریۃً دیتا۔ (سوانح داؤد غزنوی ۸۹)

(۱۴) ملک حسن شرقپوری جامعی مولانا داؤد غزنویؒ کے حالات میں لکھتے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ بالعموم حضرت مولانا کے زیر مطالعہ رہتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ جیل کے زمانہ کا زیادہ وقت مکتوبات کے مطالعہ میں گزارتا ہوں۔ (ایضاً: ص ۱۱۳)

(۱۵) نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس اپنے مکتوبات میں بدعت قرار دیا ہے۔ (ماثر صدیقی ص ۱۲ ج ۴)

(۱۶) نواب وحید الزمان لکھتے ہیں: اللھم اید نی فی تالیف ھذا الکتاب و اتمامہ بالارواح المقدسۃ من الانبیاء و الصالحین و الملائکۃ المقربین سیما روح امامنا الحسن بن علی و روح شیخنا عبد القادر الجیلانی و روح شیخنا ابن تیمیۃ الحرانی و روح شیخنا احمد المجدد الالف ثانی (ہدیۃ المہدی ص ۴)

ترجمہ: اے اللہ اس کتاب کی تالیف میں اور اس کی تکمیل میں میری مدد فرما انبیاء صالحین کی ارواح مقدسہ سے خصوصاً حضرت حسن بن علیؓ اور ہمارے شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی روح سے اور ابن تیمیہ حرانیؒ کی روح سے اور ہمارے شیخ مجدد الف ثانیؒ کی روح سے نواب صاحب مجدد کی روح کو مدد کا

کہہ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد طلب کر رہے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ہزار سال کا مجدد بنایا تھا۔ ذیل میں مجدد صاحبؒ کے مکاتیب میں سے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں جن سے مجدد صاحبؒ کی عظمت کا اندازہ لگانا آسان ہوگا فرماتے ہیں۔

یہ معرفت دین کی بنیاد اور حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے علم کا خلاصہ ہے یہ معرفت کہ جس کے لئے حق تعالیٰ نے اس حقیر بندہ کو برگزیدہ اور مختار کیا ہے اج تک کسی ولی اور بزرگ نے بیان نہیں کئے۔ (مکتوبات ص ۳۵ ج ۲)

(۲) یہ علوم انوار نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی مشکوٰۃ سے مقتبس ہیں جو الف ثانی کی تجدید کے بعد تبعیت و وراثت کے طور پر تازہ ہوئے ہیں اور تر و تازہ ہو کر ظاہر ہوئے ہیں۔ ان علوم ومعارف کا صاحب اس الف کا مجدد ہے۔ (ص ۳۷ ج ۲)

(۳) جاننا چاہیے کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد گزرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور ہے۔ جس قدر سو اور ہزار کے درمیان فرق ہے اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ دونوں مجددوں کے درمیان فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ جو اس امت میں امتوں کو پہنچتا ہوتا ہے اسی کے ذریعے پہنچتا ہے، خواہ اس وقت کے اقطاب واوتاد ہوں خواہ ابدال ونجباء۔ (ص ۳۵ ج ۲)

(۴) معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی پیدائش سے جو مقصود سمجھتا تھا وہ حاصل ہو گیا ہے اور ہزار سال کی دعا قبول ہو گئی۔ (ص ۴۰ ج ۲)

اے فرزندا " باوجود اس معاملہ کے جو میری پیدائش سے مقصود تھا ایک کارخانہ عظیم میرے حوالہ فرمایا"۔ (ص ۴۱ ج ۲)

(۶) بایزیدؒ اگر سکر کے باعث اس طرح کہہ دیں تو مناسب ہے لیکن جنید سے جو صحو کا مدعی ہے اسی قسم کا کلام صادر ہونا نہایت ہی ناخوش اور نامناسب ہے لیکن کیا کریں وہ حقیقت معاملہ سے واقف ہی نہیں ہوئے اور دریائے عظمت کے بھنور سے کنارے تک نہیں پہنچے۔ (ص ۴۹ ج ۲)

معلوم ہوا جنید بغدادیؒ اور بایزید بسطامیؒ جیسے حضرات جس مقام تک نہ پہنچ سکے مجدد صاحبؒ کو خدا

تعالیٰ نے پہنچا دیا۔

حضرت مولانا حسین علی واں بھچروی فرماتے ہیں "بعد ازاں فرمودند کہ حضرت مجدد ہم وزن ہزار سالہ اولیاء اند"۔

اس کے بعد حضرت (خواجہ محمد عثمانؒ) نے فرمایا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ہزار سالہ اولیاء کے ہم پلہ ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا "در مکاشفات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مقامیست در غیبت یک قسمی ذات از محبت ذاتی لازم آں مقام است حضرت امام اعظم کوفیؒ از جملہ روساایں اقطاب اسپ و خواجہ احرار از اقطاب آں مقام نبودند اما ازاں مقام نصیب وافر داشتند از روحانیت حضرت امام ہمام امام اعظمؒ فیض خاصہ بطریق کمال بہ مجدد الف ثانیؒ رار سیدہ است"۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکاشفات میں ایک مقام ایسا ہے کہ محبت ذاتی اس مقام کے لئے لازم ہے اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفیؒ اس مقام کے اقطاب کے روساء میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ اس مقام کے اقطاب میں اگرچہ نہیں لیکن انہیں اس سے وافر حصہ نصیب ہوا حضرت امام اعظم کی روحانیت سے خاص فیض بطریق کمال حضرت مجدد الف ثانیؒ کو پہنچا ہے۔ مشہور مؤرخ مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

اس طرح حضرت مجدد وحدۃ الوجود (جو صدیوں تک عالی استعداد سالکین و عارفین اور دقیقہ رس حکماء اور غواصین کا مسلک رہا ہے) کی نفی اور اس کے سب سے بڑے علمبردار و شارح شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ (جن کے علوم و معارف نکات و اسرار اور کمالات روحانی کا انکار مکابرہ ہے) کے علو مقام مقبولیت عند اللہ اور اخلاص کا انکار کئے بغیر بلکہ بلند الفاظ میں اس کا اعتراض کرتے ہوئے ایک اضافہ فرماتے ہیں اور ایک نئی یافت و دریافت کا اعلان کرتے ہیں جو ایک طرف عقیدہ جمہور مسلمین کتاب و سنت اور شریعت حقہ کے مطابق ہے دوسری طرف وہ پیچھے کی طرف لے جانے اور ایک بڑے گروہ کے علوم و تحقیقات پر خط نسخ پھیرنے کے بجائے اک ایسی چیز کا اضافہ کرتا ہے جس سے نصوص شرعیہ اصول قطعیہ اور سیر انفس و آفاق مکشوفات و تحقیقات میں

مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔

مجدد الف ثانیؒ شیخ اکبر کے بارے میں اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں یہ فقیر شیخ محی الدین کو مقبولین میں سمجھتا ہے۔ لیکن ان کے وہ علوم جو جمہور کے عقائد اور کتاب وسنت کے ظواہر کے خلاف ہیں ان کو خطا اور مضر سمجھتا ہے لوگوں نے ان کے بارے میں افراط وتفریط کی راہ اختیار کی ہے اور وہ میانہ روی سے دور جا پڑے ہیں یک جماعت شیخ پر زبان طعن وملامت دراز کرتی ہے اس میں شک نہیں کہ دونوں فریقوں نے افراط وتفریط کی راہ اختیار کی ہے اور وہ میانہ روی سے دور جا پڑے ہیں عجیب معاملہ یہ کہ شیخ محی الدین مقبولین حق میں نظر آتے ہیں اور ان کے اکثر معارف جو اہل حق کے خلاف ہیں خطا و ناصواب نظر آتے ہیں۔ (مکتوب نمبر ۲۶۶ دفتر اول)

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور وحدۃ الوجود:

فرماتے ہیں مسئلہ وحدۃ الوجود میں شیخ علاؤ الدولہ کا خلاف علماء کے طور پر مفہوم ہوتا ہے اور اس کی نظر امور کی قباحت پر ہے اگرچہ اس کا خلاف کشف کی راہ سے بھی ہے کیونکہ صاحب کشف ان کو صحیح نہیں جانتا اس لئے کہ یہ مسئلہ احوال غریبہ اور معارف عجیبہ پر مشتمل ہے ہاں اس مقام پر ہی ٹھہرا رہنا اچھا نہیں اور انہی احوال ومعارف پر کفایت کرنا مناسب نہیں۔

سوال: اس صورت میں مشائخ باطل ہوں گے اور حق ان کے کشوف ومشہود کے برخلاف ہوگا۔

جواب: باطل وہ ہوتا ہے جس میں صدق کی بو نہ ہو اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں ان احوال معارف کا باعث حق تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہے یعنی حق تعالیٰ کی محبت یہاں تک غالب آجاتی ہے کہ انکی نظر بصیرت میں ماسوا کا نام ونشان نہیں چھوڑتی اور غیر وغیریت کا اسم ورسم محولاشے کر دیتی ہے اس وقت سکر وغلبہ حال کے باعث ماسوا کو معدوم مانتے ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا کچھ موجود نہیں دیکھتے۔ یہاں باطل کیا ہے اور بطلان کہاں ہے اس مقام میں حق کا غلبہ اور باطل کا بطلان ہے بزرگواروں نے حق تعالیٰ کی محبت میں اپنے آپ کو اور اپنے غیر کو قربان کر دیا ہے اور اپنا اور اپنے غیر کا نام و نشان نہیں چھوڑا باطل تو ان کے سایہ سے بھاگتا ہے یہاں سے حق ہی حق ہے اور حق ہی کے لئے

ہے علمائے ظاہرین ان کی حقیقت کو کیا پاسکیں اور ظاہری مخالفت کے سوا اور کیا سمجھیں اور ان کے کمالات کو کیسے حاصل کر سکیں۔ (مکتوبات ج ۲ ص ۱۳۸)

حضرت مجدد ثانیؒ کا شمار اگر چہ وحدۃ الشہود کے آئمہ میں ہوتا ہے مگر وہ بھی وحدۃ الوجود والوں کی نفی نہیں کرتے نیز ایک زمانہ تک وہ خود اس کے قائل رہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس ارتقائی سفر کے احوال جاننے اور اجمال کی مختصر تفصیل پیش کرنے کے لئے آپ کے چند مکتوبات کا علی الترتیب حاصل مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

مکتوبات امام ربانی کے دفتر اول کے مکتوب نمبر ۳۱ میں جس کا تعارفی عنوان کچھ یوں ہے کہ توحید وجودی کے ظہور اور حق تعالیٰ کے قرب اور معیت ذاتی کی حقیقت اور اس مقام سے گزر جانے کے بیان میں مع چند سوال وجواب کے جو اس مقام کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں۔ (دفتر اول ص ۷۵)

اس مکتوب میں حضرت مجددؒ نے اپنے اوپر لگائے جانے والے اس الزام کا جواب دیا ہے کہ وہ وحدت الوجود کا انکار کرتے ہیں۔ اس مکتوب میں حضرت مجددؒ نے تفصیلاً ذکر فرمایا ہے کہ ان کے والد صاحب مشرب وحدۃ الوجود اور موروثی طور پر انہیں بھی اس مشرب سے از روئے علم لطف ولذت حاصل تھا پھر ان کی بیعت ثانی حضرت خواجہ محمد باقیؒ سے ہوئی تو ان کے طریقہ کی مشق سے ان پر توحید وجودی منکشف ہوگئی اور اس کشف میں اس قدر زیادتی ہوئی کہ مرتبہ وحدۃ الوجود کے تمام اسرار رموز ان پر منکشف ہو گئے اس راہ میں وہ تجلی ذاتی سے بھی مشرف ہوئے جس کے بعد عدم محض کے سوا کچھ نہیں وہ سکر وقت اور غلبہ حال سے مغلوب رہے اور یہ کیفیت بہت مدت تک قائم رہی اور سالوں کے بعد ناگاہ حق تعالیٰ کی عنایت بےغایت دریچہ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور بے چونی اور بے چگونی کے چہرہ ڈھانپنے والے پردہ کو دور کر دیا وہ پہلے علوم جو اتحاد اور وحدت الوجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونے لگے اور احاطہ سریان اور قرب اور معیت ذاتیہ جو اس مقام میں ظاہر ہوئی تھی پوشیدہ ہوگئی اور یقینی طور معلوم ہوگیا کہ حق تعالیٰ کے علوم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں سے کوئی نسبت ثابت نہیں حق تعالیٰ کا احاطہ اور قرب علمی ہے جیسے اہل حق کے نزدیک ثابت اور مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کی جزا دے اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہے۔ خدا خدا ہے اور عالم عالم حق تعالیٰ

بیچوں بیچگوں ہے اور عالم سراسر چونی اور چگونی کے داغ سے داغدار ہے بیچوں کو چوں کو عین نہیں کہہ سکتے، واجب ممکن کا عین اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہوسکتا ممتنع العدم جائز العدم کا عین نہیں بن سکتا حقائق کا انقلاب عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور ایک دوسرے پر حمل کرنے کا ثبوت کلی طور پر ممتنع ہے۔ (مکتوبات ص ۷۶ دفتر اول)

حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر توحید وجودی کے مخالف علوم و معارف منکشف ہوئے تو میں بہت بے قرار ہوا کیونکہ میں توحید وجودی ہی کو اعلیٰ ترین منزل جانتا تھا اور دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت زائل نہ ہوجائے لیکن جب سارے حجاب اٹھ گئے اور حقیقت کما حقہ منکشف ہوگئی تو معلوم ہوگیا کہ عالم ہر چند صفاتی کمالات کا آئینہ اور اسمائے ظہورات کا جلوہ گاہ ہے لیکن مظہر ظاہر کا عین اور ظل اصل کا عین نہیں ہے جیسے کہ توحید وجودی والوں کا مذہب ہے (ایضاً ص ۷۶، ۷۷)

اس ضمن میں حضرت مجددؒ نے اپنی بات کو ایک مثال کے ذریعے اس طرح واضح کیا ہے مثلاً کسی اہل فن عالم نے چاہا کہ اپنے مختلف کمالات کو ظاہر کرے اور اپنی پوشیدہ خوبیوں کو واضح کرے تو اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا اور ان حروف اور آوازوں کے آئینوں میں اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کیا اس صورت میں نہیں کہہ سکتے کہ یہ حروف اور آواز جو ان مخفی کمالات کے لئے آئینے اور مظہر ہیں ان کمالات کا عین ہیں یا بالذات ان کمالات کو محیط ہیں یا بالذات ان کے قریب ہیں یا ان کے ساتھ معیت ذاتی رکھتے ہیں بلکہ ان کے درمیان دالیت اور مدلولیت کی نسبت ہے حروف اور آواز ان کمالات پر صرف دلالت کرنے والے ہیں اور وہ کمالات اپنی محض غیر مقید حالات پر ہیں وہ نسبتیں جو پیدا ہوئی ہیں وہمی اور خیالی ہیں حقیقت میں ان نسبتوں میں سے کوئی بھی ثابت نہیں لیکن چونکہ ان کمالات اور حرفوں اور آوازوں کے درمیان ظاہریت اور مظہریت اور مدلولیت اور دالیت کی نسبت ہے تو یہی مناسبت بعض عارضوں کے باعث بعض لوگوں کے لئے ان وہمی نسبتوں کے حاصل ہونے کا باعث بن جاتی ہے حالانکہ وہ کمالات حقیقت میں ان تمام نسبتوں سے خالی اور پاک ہیں۔ (مکتوبات ص ۱۰۳، ۱۰۴ ج ۱)

حضرت مجددؒ اپنے اسی مکتوب میں توحید وجودی کے حامل حضرات کی کیفیات و محسوسات کا تجزیہ

کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کو توحید کے مراقبوں کی کثرت ان احکام پر لے آتے اور بعض کو محض توحید کا علم اور اس کا تکرار ان احکام کے ساتھ ایک قسم کا ذوق بخشا ہے۔ توحید کی یہ دونوں صورتیں معلول اور ضعیف ہیں اور علم کے دائرہ میں داخل ہیں ان کا حال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کچھ حضرات کے لئے ان احکام کا منشاء غلبہ محبت ہے کیونکہ محبوب کی محبت کے غلبہ سے محبوب کا غیر نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور محبوب کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا ایسا نہیں کہ فی الحقیقت غیر موجود ہی نہیں ہوتا۔

یہ بات عام طور پر کہی گئی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ وحدۃ الوجود کی منزل سے گزر کر منزل شہود تک پہنچے اور وحدۃ الوجود درجہ علم الیقین میں ہے جبکہ وحدۃ الشہود کا تعلق عین الیقین سے ہے خود حضرت مجدد نے بھی اپنے ایک مکتوب میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے۔ اس مکتوب کا تعارفی عنوان ہی مطالب کا مضمون بھانپ لینے کے لئے کافی ہے۔

اس بیان میں کہ توحید دو قسم کی ہے شہودی اور وجودی اور وہ جو ضروری ہے توحید شہودی ہے جس سے فناء متعلق ہے اور توحید شہودی عقل و شرع کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی برخلاف توحید وجودی کے اور ان مشائخ کے اقوال کی جو توحید وجودی میں نظر کرنے والے ہیں توحید شہودی کی طرف تاویل کرنی چاہیے تاکہ مخالفت کی گنجائش نہ رہے اور توحید شہودی مرتبہ عین الیقین میں سے ہے جو حیرت کا مقام ہے اور جب اس مقام سے گزر کر حق الیقین تک پہنچتے ہیں تو اس قسم کے احوال و اقوال سے کنارہ کرتے ہیں اور اس مضمون کے مناسب سوالوں اور جوابوں اور روشن مثالوں کے بیان میں۔ (مکتوبات ص ۲۰۷ ج ۱)

حضرت مجددؒ اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اپنے اس مکتوب نمبر ۴۳ میں جو انہوں نے شیخ فرید کے نام لکھا توحید کی دو اقسام توحید وجودی اور توحید شہودی بیان کی ہیں اور ان کی وضاحت اس طرح فرمائی توحید شہودی ایک کو دیکھنا یعنی ایک کے سوا سالک کو کچھ مشہود نہیں ہوتا اور توحید وجودی ایک موجود کو جاننا ہے اور اسکے غیر کو نابود سمجھنا اور غیر کو معلوم جاننے کے باوجود اس ایک کا مظہر اور جلوہ گاہ خیال کرنا پس توحید وجودی علم الیقین کی قسم ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم

ہے توحید شہودی اس راہ کی ضروریات سے ہے کیونکہ فنا اس توحید کے بغیر ثابت نہیں ہوتی اور مرتبہ عین الیقین اس کے سوا میسر نہیں ہوتا کیونکہ اس میں ایک کو غلبہ کے ساتھ دیکھنا اس کے ماسوا کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہے برخلاف توحید وجودی کے کہ وہ ایسی نہیں یعنی ضروری نہیں ہے کیونکہ علم الیقین بغیر اس معرفت کے حاصل ہے کیونکہ علم الیقین اس کے ماسوی کی نفی کو مستلزم نہیں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اس ایک کے علم کا غلبہ اس کے ماسوی کے علم کی نفی کو مستلزم نہیں ہے مثلاً ایک شخص کو آفتاب کے وجود کا علم حاصل ہو گیا تو اس یقین کا غلبہ اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ستاروں کو اس وقت نیست و نابود جانے لیکن جب آفتاب کو دیکھے گا اس وقت ستاروں کو نہ دیکھے گا اور آفتاب کے سوا اس کو کچھ نظر نہ آئے گا اور اس وقت بھی جبکہ ستاروں کو نہیں دیکھتا وہ جانتا ہے کہ ستارے نیست و نابود نہیں ہیں بلکہ جانتا ہے کہ ستارے موجود ہیں لیکن چھپے ہوئے ہیں اور سورج کی روشنی میں مغلوب ہیں اور یہ شخص ان لوگوں کے ساتھ جو اس وقت میں ستاروں کے وجود کی نفی کرتے ہیں انکار کے مقام میں ہے اور جانتا ہے کہ یہ معرفت صحیح نہیں ہے پس توحید وجودی کہ جس میں ماسوائے ذات حق کی نفی ہے عقل و شرع کے ساتھ مخالف ہے برخلاف توحید شہودی کے کہ ایک کے دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں ہے مثلاً آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت ستاروں کی نفی کرنی اور ان کو معدوم سمجھنا خلاف واقع ہے لیکن ستاروں کو اس وقت نہ دیکھنا کچھ مخالفت نہیں ہے بلکہ وہ نہ دیکھنا بھی آفتاب سے جدا دیکھے اور یہ دیکھنا حق الیقین میں ہے۔ (ایضاً، ص ۲۰۸)

اس طویل اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے نظریہ وحدۃ الوجود کو خلاف عقل اور خلاف شریعت پا کر اسے عقل و شرع کے مطابق کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے اس سلسلہ میں انہوں نے بعض مشائخ کے اقوال جو بظاہر شریعت کے مخالف دکھائی دیتے ہیں انہیں توحید وجودی کی بجائے توحید شہودی پر محمول کر کے ان سے مخالفت دور کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً حسین بن منصور حلاجؒ کے انا الحق کہنے اور حضرت بایزید بسطامیؒ کے سبحانی ما اعظم شانی پکارنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان اقوال کو توحید شہودی پر محمول کیا جائے اور مخالفت کو دور کیا جائے جب

ماسوائے حق ان کی نظر سے مخفی ہوگی تو غلبہ حال کے وقت اس قسم کے الفاظ ان سے سرزد ہوئے اور حق کے سوا اس کے غیر کو ثابت نہ کیا اور انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ حق ہے اور میں نہیں ہوں۔ جب وہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا تو اثبات نہیں کرتا نہ یہ کہ اپنے اپ کو دیکھتا اور اس کو حق کہتا ہے کہ یہ خود کفر ہے اس جگہ کوئی یہ نہ کہے کہ اثبات نہ کرنا نفی تک پہنچا دیتا ہے اور وہ عینہ توحید وجودی ہے کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اثبات نہ کرنے سے نفی لازم نہیں آتی بلکہ اس مقام میں حیرت ہے احکام سے سب کے سب ساقط ہوئے ہوئے ہیں اور سبحانی میں بھی حق تعالیٰ کی تنزیہہ ہے نہ اس کی اپنی تنزیہ کہ وہ بالکل اپنی نظر سے دور ہو چکا ہوا ہے اور کوئی حکم اس کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اس قسم کی باتیں مقام عین الیقین میں جو مقام حیرت ہے بعض لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں جب اس مقام سے ترقی کر کے حق الیقین تک پہنچتے ہیں تو اس قسم کی باتوں سے کنارہ کرتے ہیں اور حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے۔ (ایضا:۲۰۹)

حضرت مجددؒ توحید وجودی کو تنگ کوچہ اور توحید شہودی کو شاہراہ قرار دیتے ہیں اپنے پیر و مرشد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ معرفت کی پناہ والے ہمارے قبلہ گاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کچھ مدت توحید وجودی والوں کا مشرب رکھتے تھے اور اپنے رسالوں اور خطوں میں بھی اس کو ظاہر فرماتے تھے لیکن آخر کار حق تعالیٰ نے اپنی کمال عنایت سے اس مقام سے ترقی عطا فرما کر شاہراہ میں ڈالا اور اس معرفت کی تنگی سے خلاصی بخشی میاں عبدالحق جو حضرت قدس سرہ کے مخلص یاروں میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھے عین الیقین سے معلوم ہو گیا کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے اور شاہراہ اور ہے۔ اس سے پہلے جانتا تو تھا مگر اب ایک قسم کا یقین حاصل ہوا ہے اور یہ فقیر بھی کچھ مدت تک حضرت قدس سرہ کی درگاہ میں اسی توحید کا مشرب رکھتا تھا اور اس طریق کی تائید میں مقدمات کشفیہ بہت ظاہر ہوئے تھے لیکن خدا تعالیٰ کی عنایت نے اس مقام سے گزر کر اس مقام کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا مشرف فرمایا۔ (ایضا:۲۶۱)

حضرت مجددؒ اپنے مکاشفات و واردات بیان کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب نمبر ۲۹۰ جلد اول میں

توحید میں مرتبہ حق الیقین (مقام جمع الجمع) پر فائز ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں جاننا چاہیے
کہ اس درویش کو جب اولمرتبہ میں سکر سے صحو میں لائے اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف فرمایا تو
جب اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرہ میں نظر کی تو حق تعالیٰ کے سوا نہ پایا اور ہر ذرہ کو اس
کے شہود کا آئینہ معلوم کیا اس مقام سے پھر حیرت میں لے گئے، جب ہشیاری میں لائے تو اپنے
وجود کے ذرات میں سے ہر ذرہ کے ساتھ حق تعالیٰ کو پایا نہ ہر ذرہ میں اور پہلا مقام اور اس
دوسرے مقام کی نسبت بہت نیچے نظر آیا پھر حیرت میں لے گئے جب ہوش میں لائے تو اس مرتبہ
میں حق سبحانہ کو نہ عالم کے متصل نہ اس کے منفصل اور نہ عالم میں داخل اور نہ اس سے خارج معلوم
کیا اور معیت اور احاطہ اور سریان کی نسبت جس طرح کہ اول پاتا تھا بالکل نفی ہو گیا وجود اس
کیفیت پر مشہود ہوا بلکہ اس طرح پر کہ گویا محسوس ہے اور عالم بھی اس وقت مشہود تھا لیکن حق تعالیٰ
کے ساتھ یہ نسبت مذکور کچھ نہ رکھتا پھر حیرت میں لے گئے جب صحو میں لائے تو معلوم ہوا کہ حق
تعالیٰ کو عالم کے ساتھ اس نسبت مذکورہ کے سوا ایک نسبت اور ہے، اور وہ نسبت مجہول الکیفیت
ہے حق تعالیٰ مجہول الکیفیت نسبت سے مشہود ہوا پھر حیرت میں لے گئے اور جب اس مرتبہ میں
افاقہ حاصل ہوا اور ہوش میں لائے تو حق تعالیٰ اس مجہول الکیفیت نسبت کے بغیر اس طرح مشہود
ہوا کہ عالم کے ساتھ کوئی نسبت نہ رکھتا نہ معلوم الکیفیت نہ مجہول الکیفیت اور اس وقت عالم اسی
خصوصیت سے مشہود تھا اس وقت ایک خاص علم عنایت ہوا جس کے باعث ہر دو شہود کے حاصل
ہونے کے باوجود خلق اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی مناسبت نہ رہی اس وقت مجھے جتلایا گیا کہ اس
صفت کا مشہور ذات حق کی تنزیہ نہیں ہے حق تعالیٰ اس سے برتر ہے۔ (ایضاً ص ۵۰ ج ۱)

آخر میں اس موضوع کو سمیٹے ہوئے لکھتے ہیں کہ اے عزیز! اگر قلم کو احوال کی تفصیل اور معارف کے
بیان کرنے میں جاری کروں تو سخن دراز ہو جائے خاص کر توحید وجودی اور ظلیت اشیاء کے عالم
کے معارف اگر بیان کیے جائیں تو جن لوگوں نے اپنی عمریں توحید وجودی میں گزاری ہیں۔ معلوم
کرلیں کہ اس دریائے بے نہایت سے قطرہ بھی حاصل نہیں کیا پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ
لوگ اس درویش کو توحید وجودی والوں سے نہیں جانتے اور توحید کے منکرین علماء سے سمجھتے ہیں یہ

لوگ اپنی کوتاہ نظری سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ توحیدی معارف سراسر اسرار کرنا ہی کمال ہے اور اس مقام سے ترقی کرنا سراسر نقصان ہے۔ (ایضاً: ص ۱۵۷)

حضرت مجددؒ کے نزدیک وہ بقا جو جذبہ کی جہت سے ہو خواہ کسی قسم کا جذبہ ہو سکر سے نہیں نکلتا کیونکہ جذبہ میں غلبہ محبت ہوتا ہے اور غلبہ محبت کو سکر لازم ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک وحدت الوجود کا قائل ہونا غلبہ محبت کے سبب ہے کیونکہ محبّ کی نظر میں غلبہ محبت سے سوائے محبوب کے اور کوئی شے باقی نہیں رہتی اور وہ ماسوائے محبوب کے سب کی نفی کا حکم دیتا ہے اگر سکر محبت میں نہ ہوتا تو اس کے لیے محبوب کا دیدار ماسواہ کے شہود سے مانع نہ ہوتا اور وہ وحدۃ وجود کا حکم نہ کرتا حضرت مجدد کے نزدیک وہ بقا جو فنائے مطلق کے بعد ہے اور سلوک کا نہایت ہے اس کا منشاء اور مبداء صحو و معرفت ہے۔ سکر کو اس مقام میں کچھ دخل نہیں اب ہم حضرت مجددؒ کے اس طویل مکتوب نمبر ۲۹۱ کی طرف آتے ہیں، جس میں انہوں نے توحید وجودی اور توحید شہودی کے مراتب اور ان کے متعلقہ معارف بیان کئے ہیں ابتدائے مکتوب میں حضرت مجددؒ بتاتے ہیں کہ توحید وجودی کا باعث یا تو مراقبوں کی کثرت مشق ہوتا ہے یا غلبہ محبت پہلی صورت میں جو شخص کلمہ طیبہ کا معنی لاموجود الا اللہ سمجھتا ہے معنی توحید کی کثرت مشق سے اس معرفت کا نقش اس کے قوت متخیلہ میں بندھ جاتا اور اس قسم کی توحید تامل و تخیل کے بعد سلطان خیال کے غلبہ کے باعث ظاہر ہوتی ہے۔ مجددؒ کے نزدیک چونکہ یہ توحید صاحب توحید کی موضوعہ و مفروضہ ہوتی ہے اس لئے معلول ہے اور اس کا حامل ارباب حال میں سے نہیں کیونکہ ارباب حال ارباب قلوب ہوتے ہیں اور اس توحید کے حامل کو اپنے مقام قلب کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف علم ہی علم ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کے لئے توحید وجودی کا منشاء جذبہ قلبی اور محبت ہوتی ہے پہلے وہ اذکار و مراقبات میں مشغول رہتے ہیں اور پھر اپنی کوشش یا صرف سابقہ عنایت سے مقام قلب تک پہنچ جاتے ہیں اور جذب پیدا کرتے ہیں اس مقام پر اگر ان پر توحید وجودی ظاہر ہو جائے تو اس کا سبب محبت محبوب کا غلبہ ہوگا جس نے محبوب کے ماسوا کو ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا اور چونکہ وہ محبوب کے ماسوا کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی پاتے ہیں اس لئے محبوب کے سوا کسی کو موجود نہیں جانتے اور اگر اس قسم کے ارباب قلوب کو اس مقام سے

عالم کی طرف لے جائیں تو اپنے محبوب کو ذرات عالم میں سے ہر ذرہ میں مشاہدہ کرتے ہیں اور موجودات کو اپنے محبوب کے حسن و جمال کے آئینے اور مظہر سمجھتے ہیں اور اگر محض فضل ربانی سے مقام قلب سے نکل کر مقلب القلوب کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوں تو یہ توحیدی معرفت جو مقام قلب میں پیدا ہوئی تھی زائل ہونے لگی ہے اور جوں جوں معارج عروج میں ترقی کرتے جاتے ہیں توں توں اپنے آپ کو اس معرفت کے ساتھ زیادہ نا مناسب پاتے جاتے ہیں حتی کہ ان میں سے بعض اس معرفت والوں کے طعن سے اپنے اپ کو دور رکھتا ہے انکار و طعن کی مجال تب ہوتی جبکہ اس حال والوں کا اس حال کے ظہور میں اپنا قصد و اختیار ہو جب ان کے ارادے کے بغیر ان سے یہ معنی ظاہر ہو رہے ہیں تو یہ اس حال میں مغلوب ہین اس لئے معذور ہیںاور بیچارے معذور پر طعن کی کیا مجال لیکن اس قدر جانتا ہے کہ اس معرفت کے اوپر ایک اور معرفت ہے اور اس حال کے ماسوا اور حالت ہے اس مقام کے محبوس بہت سے کمالات سے رکے ہوئے ہیں اور بیشمار مقامات سے محروم ہیں۔(ایضاً: ص ۷۶۵)

توحید وجودی کے ماننے والوں کے دو گروہوں کا ذکر کرنے کے بعد حضرت شیخ مجددؒ نے ایک تیسرے گروہ کا تعارف کرایا ہے جس کا مقام پہلے دونوں سے ارفع ہے اسی مکتب نمبر ۲۹۱ میں فرماتے ہیں ارباب توحید میں ایک گروہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مشہور ہیں استہلاک و اضمحلال یعنی فنا و استغراق کامل طور پر پیدا کر لیتے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ اپنے مشہود میں اللہ مضمحل و معدوم رہیں اور ان کے وجود کے لوازم سے کوئی اثر ظاہر نہ ہو یہ لوگ انا کے رجوع کو اپنے اوپر کفر جانتے ہیں اور نہایت کار ان کے نزدیک فنا و نیستی ہے مشاہدہ کو بھی گرفتاری جانتے ہیں ان میں سے بعض اس طرح فرماتے ہیں کہ اشتھی علما مالا اعود ابدا میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ ہرگز جس کا وجود نہ ہو یہی لوگ محبت کے مقتول ہیں اور حدیث قدسی من قتلته فانا دیته (جس کو میں قتل کروں میں ہی اس کا خون بہا ہوں) انہی کی شان میں ثابت ہے ہمیشہ وجود کے زیر بار رہتے ہیں اور ایک لمحہ آرام نہیں پاتے کیونکہ آرام غفلت میں ہوتا ہے اور دوام استغراق کے ہوتے ہوئے غفلت کی گنجائش نہیں ہوتی۔(ایضاً: ۷۶۶)

اس تیسرے گروہ کے بارے میں حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ توحید کی اخیر قسم توحید کی تمام اقسام سے اعلیٰ ہے اور اس معرفت کے حامل اس وارد کے مطلوب نہیں ہوتے بلکہ اس وارد کو ان پر کسی مصلحت کے لئے لائے ہیں اور چاہا ہے کہ اس معرفت کے وسیلہ سے ان کو سکر سے صحو میں لائیں اور تسلی دیں۔(ایضاً:۷۶۸)

مجددؒ توحید کی سہ اقسام کا ذکر کرنے کے بعد اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔

توحید کی اس اخیر قسم کا منشاء اس حقیر کو کشف وذوق کے طریق پر معلوم نہ تھا ان دو پہلی وجھوں ہی کو جانتا تھا البتہ اس قسم کے ساتھ ظن رکھتا تھا اسی واسطے اپنے رسالوں اور مکتوبوں میں انہی دو وجھوں کو بلکہ وجہ دوم کو لکھا ہے اور توحید وجودی کو اسی میں منحصر کیا ہے لیکن جب ارشاد پناہی قبلہ گاہی کے رحلت فرما جانے کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے بلدہ محروسہ دہلی میں جانے کا اتفاق ہوا اور عید کے روز ان کی زیارت شریف کے لئے گیا تو مزار مبارک کی طرف توجہ کرنے کے اثناء میں ان کی روحانیت مقدسہ سے پوری پوری توجہ ظاہر ہوئی اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ کو جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے مخصوص تھی مرحمت فرمایا جب اس نسبت کو اپنے آپ میں معلوم کیا تو ان علوم ومعارف کی حقیقت کو بطریق ذوق پالیا اور معلوم ہوا کہ ان میں توحید وجودی کا منشاء انجذاب قلبی اور غلبہ محبت نہیں بلکہ اس معرفت سے مقصود اس غایت کی تحقیق ہے مدت تک اس معنے کے اظہار کو مناسب نہ دیکھا لیکن چونکہ بعض رسائل میں وہی سابقہ وجہیں مذکور ہوئی تھیں جن سے بعض بے سمجھ لوگوں کو وہم ہوا کہ اس بیان سے ان دو بزرگواروں کی شان میں نقص لازم آتا ہے کہ ارباب توحید کا طریق ہے اور اس وسیلہ سے انہوں نے فتنہ پردازی کی زبان دراز کی حتی کہ یہ وہم بعض قلیل الارادۃ طالبوں میں ان کے احوال کے فتور کا باعث ہوا اس لئے توحید کی اس قسم کا اظہار کرنا بہتر دیکھا اور اس واقعہ کا ذکر بھی بطریق شہادت تحریر کرنا مناسب جانا۔(مکتوبات ص ۷۶۹ ج ۲)

اس مکتوب سے یہ بات ظاہر ہے کہ توحید وجودی کی ایک قسم ایسی بھی ہے جس کا منشاء حضرت مجدد کو کشف وذوق کے طریق پر معلوم نہیں تھا اور بعد میں اپنے مرشد کے وصال کے بعد ان کے مزار پر

ان کی روحانی توجہ کے ذریعے اس حقیقت کو بطریق ذوق پالیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور مسئلہ وحدۃ الوجود:

شاہ ولی اللہؒ نے بھی وحدۃ الوجود کے قائلین کو اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے اور وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود دونوں نظریات کو صحیح کشف قرار دیا ہم شاہ ولی اللہ کی عبارات پیش کرنے سے قبل یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین کی نظر میں ان کا کیا مقام ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ غیر مقلدین کی نظر میں:

(۱) مشہور غیر مقلد مولوی اسماعیل سلفی لکھتے ہیں اس کارزار کے معرکہ میں اسلامی عسکری راہنمائی کا ذمہ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لیا (تحریک آزادی فکر ۱۷۰)

(۲) شاہ صاحب ریاکارانہ تصوف اور دنیا کمانے کے لئے بیعت کے سلسلوں کو قطعاً پسند نہیں فرماتے بلکہ ایسے لوگوں کو دجال ڈاکو اور فتنہ انگیز سمجھتے ہیں۔(ایضاً ۳۷۷)

(۳) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ ولی اللہؒ سے استفادہ فرمایا۔ ان کی تصانیف ارشاد الطالبین اور تفسیر مظہری شاہد ہیں کہ حنفی ہونے کے باوجود بدعات اور عیاد قبور کے خلاف ان کا لہجہ کس قدر تلخ ہے اور بدعی رسوم سے انہیں کس قدر نفرت ہے۔(ایضاً ۳۷۴)

(۴) شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البلاغ المبین مصفی اور مسوی انصاف عقد الجید اور تحفۃ الموحدین میں فقہی جمود بدعات اور مشرکانہ رسوم کے خلاف ایسی حکیمانہ روش اختیار فرمائی جس سے حقیقت بہت حد تک واضح ہو گئی۔(ایضاً: ۳۷۴)

(۵) ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان اور تلامذہ اور تمام مصلحین نے اپنے ماحول کے مطابق اپنے حلقوں میں کام کیا اور اپنی مساعی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی دی۔(ایضاً: ۳۷۱)

(۶) شاہ ولی اللہؒ نے تحریک احیائے سنت اور تجدید اثر دین کی راہ میں جہاں عظیم الشان قربانیاں

پوش کیں۔ (ایضاً ۳۸۱)

(۷) قاضی محمد اسلم سیف لکھتے ہیں:

حجۃ اللہ فی الارض حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ (تحریک اہل حدیث ص ۱۸۱)

(۸) یہ تھے وہ حالات جن میں حجۃ اللہ فی الارض حضرت امام شاہ ولی اللہ نے آنکھیں کھولیں۔ (ایضاً ۱۸۸)

(۹) ہمیشہ ارباب دعوت وعزیمت وہی عہد ساز شخصیتیں رہی ہیں جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا نشست و برخاست اور انداز زیست اللہ کے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق رہا جیسا کہ امام دار الہجرت مالک بن انس۔۔۔۔۔امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ (ایضاً ۲۰۰)

(۱۰) وہ دور ایک مجدد کا متقاضی تھا حالات وظروف واقعات ومشاہدات اور تغیرات وانقلاب ایک ایسے مجدد کے متقاضی تھے جو بے دینی کے طوفانوں میں چراغ حق روشن رکھے۔۔۔۔۔ امدریں حالات امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علاوہ کون سی شخصیت تھی جو ان تقاضوں سے عہدہ برآ ہوتی، قرآن کے اسرار ورموز سے عوام کو باخبر کرتی، حدیث وسنت کے پرچم کو سربلند رکھتی، رسوم و بدعات کی بیخ کنی کرتی، وہ شخصیت صرف اور صرف حجۃ اللہ فی الارض امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ہو سکتی ہے حالات جس مجدد کے متقاضی تھے وہ شاہ صاحب کی شکل میں پورے ہو گئے۔ (ایضاً ۲۰۲)

(۱۱) لیکن رسول اللہ کی حدیث کا دامن نہیں چھوڑا، فروعات میں حنفی رہتے ہوئے بھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی عظمت اور صحت پر اعتقاد رکھا۔ (ایضاً: ۲۰۵)

(۱۲) شاہ صاحب فکر محدثین کے علمبردار، مشن محدثین کے نقیب وترجمان۔۔۔۔۔، تعلیمات کتاب وسنت کے مبلغ، عصری وحضری، علمی واعتقادی، فکری ونظری، اساسی، مذہبی فتنوں کے نقاد، تحقیق وتدقیق، علم وآگہی اور کتاب وسنت کے پرچارک تھے۔ (ایضاً: ۲۰۷)

(۱۳) مشہور غیر مقلد عالم ومورخ جناب ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں امام الہند وبقیۃ السلف حجۃ الخلف حضرت شاہ ولی صاحب دہلویؒ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔ مجھ جیسے نابکار کا آپ

کی تعریف وتوصیف میں کچھ لکھنا، آپ کی شان میں گستاخی ہے، کیونکہ ہندوستان بھر میں شہر بشہر اور کوچہ بکوچہ اور خانہ بخانہ جس قدر علم وعمل بالحدیث کا غلغلہ ہے اور اتباع سنت کا جتنا جوش طبائع میں موجزن ہے سب کچھ آپ کی برکت وفیض کا ثمرہ ہے۔ (تاریخ اہلحدیث ۴۵۷)

(۱۴) آپ کی تصانیف سے ہندوستان کی علمی دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہو گیا۔ (ایضاً ۴۶۱)

(۱۵) اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب کو قرآن فہمی کا ملکہ خاص طور پر عطا کیا تھا۔ (ایضاً ۴۶۲)

(۱۶) آپ کی تصانیف دوسو سے زیادہ ہیں اور سب کی سب نافع اور مقبول خاص وعام ہیں ان میں سے بعض تو اپنے اپنے مضمون میں وعیم النظیر ہیں اور بعض ایسی کہ آپ سے پہلے کسی نے اس مضمون پر قلم نہیں اٹھایا۔ (ایضاً ۴۶۳)

(۱۷) انصاف یہ ہے کہ آپ کا وجود صدر اول اور زمانہ ماضی میں ہوتا تو آپ امام الائمہ اور تاج المحدثین گنے جاتے۔ (ایضاً ۴۶۳)

(۱۸) آپ بلانزاع بارہویں صدی کے مجدد ہیں۔ (ایضاً)

(۱۹) افاض اللہ علینا فیوضہ. (ایضاً)

(۲۰) غیر مقلد پروفیسر ڈاکٹر ثریا ڈار نے اپنی کتاب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات کا انتساب ان الفاظ میں کیا ہے خاندان شاہ ولی اللہ کے عقیدت مندوں کے نام۔

(۲۱) لکھتے ہیں حضرت قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کی رحلت سے اسی سال بعد پیدا ہوئے۔ (شاہ عبدالعزیز اور ان کی علمی خدمات ص ۷۷)

(۲۲) اس وقت ضرورت تھی کہ کوئی ایسا مرد مجاہد اور عظیم مفکر میدان عمل میں اترے جو اسلامی عقائد کے احیاء اور مسلم معاشرے کی معقول تربیت واصلاح کے لئے انقلابی روح پھونکے۔ (ایضاً ۷۷)

(۲۳) وہ عارف کامل علوم شرعیہ کے محقق امام اور میدان حکمت وعمل کے شاہسوار تھے آپ برصغیر میں محی السنہ، وارث کمالات نبوت اور حجۃ الاسلام ثابت ہوئے۔ (ایضاً)

(۲۴) شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی اور ابن رشدؒ کے

کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔(ایضاً ۷۸)

(۲۵) شاہ ولی اللہ اپنے علمی تبحر، فضل و کمال، حسن لیاقت، شہرت عام اور خداداد قابلیت کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔(ایضاً ۷۹)

(۲۶) شاہ ولی اللہ علماً و عملاً ایک عظیم مفکر اور مجدد تھے۔(ایضاً ۸۰)

(۲۷) شاہ ولی اللہ بیک وقت مفسر بھی تھے اور محدث بھی، فقیہ بھی تھے اور مجتہد بھی اور صوفی بھی۔۔ درس و تدریس اور اپنی جلیل القدر تصانیف سے انہوں نے ہندوستان میں علوم و معارف کے دریا بہائے ان کی علمی فیاضیوں اور عظمت جلالت کے باعث دور دراز کے ممالک سے شائقین علوم و معارف کے حلقہ درس میں شامل ہو کر علمی برکتیں سمیٹنے کے لیے آتے۔(ایضاً ۸۴)

(۲۸) مشہور غیر مقلدین بلکہ ان کے بانی اور امام نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں جناب شاہ ولی اللہ کا علوم متداولہ میں وہ پایہ تھا جس کا شمہ بھی بیان کرنے سے انسان طاقت محض عاجز ہے۔(اتحاف النبلاء ص ۴۲۹)

(۲۹) نواب صاحب حظیرالقدس میں لکھتے ہیں: قال الشیخ المحدث الدهلوی.

(۳۰) التاج المکلل میں لکھتے ہیں: مسند الوقت الشیخ الاجل احمد ولی الله المحدث الدهلوی المبرور (۳۸۷)

پہلا مشاہدہ:۔ ان مشاہدات میں سے پہلا مشاہدہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ والوں کی ایک بہت بڑی جماعت ہے اور ان میں ایک گروہ ذکر و اذکار کرنے والوں اور نسبت یادداشت کے حاملوں کا ہے ان کے دلوں پر انوار جلوہ گر ہیں اور ان کے چہروں پر تر و تازگی اور حسن جمال کے آثار نمایاں ہیں اور یہ لوگ عقیدہ وحدت الوجود کے قائل نہیں۔

میں نے دیکھا کہ اللہ والوں کی اس جماعت میں ایک دوسرا گروہ بھی ہے جو عقیدہ وحدت الوجود کو مانتا ہے اور اس کائنات میں ذات باری کے وجود کے جاری و ساری ہونے کے متعلق وہ کسی نہ کسی شکل میں غور و فکر کرنے میں مشغول بھی ہے اور چونکہ اس غور و فکر کے ضمن میں ان سے ذات حق کے بارے میں جو کل عالم کے انتظام میں بالعموم اور نفوس انسانی کی تدبیر میں بالخصوص مصروف کار

ہے کچھ تقصیر ہوئی ہے اس لئے میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے دلوں میں ایک طرح کی ندامت ہے اوران کے چہرے سیاہ ہیں اوران پر خاک اڑ رہی ہے۔ میں نے ان دونوں گروہوں کو آپس میں بحث کرتے پایا ذکر واذکار والے کہہ رہے تھے کہ کیا تم ان انوار اوراس حسن وتازگی کو نہیں دیکھتے جن سے ہم بہرہ یاب ہیں اور کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ ہمارا طریقہ تم سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے ان کے خلاف عقیدہ وحدت الوجود کے قائل کہہ رہے تھے کہ کیا ذات حق میں کل موجودات کا سما جانا یا گم ہو جانا امر واقعہ نہیں اب صورت یہ ہے کہ ہم نے اس راز کو پالیا جس سے تم بے خبر رہے، ظاہر ہے کہ اس معاملے میں تم پر ہمیں فضیلت حاصل ہے۔

ان دونوں گروہوں میں اس بحث نے جب ایک طویل نزاع کی شکل اختیار کرلی تو انہوں نے مجھے اپنا حکم بنایا اوراس مسئلہ کو فیصلے کے لئے میرے سامنے پیش کیا چنانچہ میں نے ان کا حکم بننا منظور کیا اوراس ضمن میں نے یوں گفتگو کی بات یہ ہے کہ علوم حقہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ علوم جن سے نفوس کی تہذیب واصلاح ہوتی ہے اور دوسرے وہ علوم جن سے نفوس کی اصلاح نہیں ہوتی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفوس انسانی میں الگ الگ استعدادیں ودیعت فرمائیں اوران نفوس میں سے ہر ہر نفس اپنی اپنی استعداد کے مطابق علوم حقہ کا ذوق رکھتا ہے چنانچہ جب کوئی نفس علوم حقہ میں سے ان علوم میں جو خاص اس کے ذوق کے مطابق ہوتے ہیں اوران سے اس کی طبیعت کو مناسبت ہوتی ہے پوری طرح مستغرق ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس نفس کی تہذیب او اصلاح ہو جاتی ہے بے شک وحدت الوجود کا یہ مسئلہ جو اس وقت مابہ النزاع ہے واقعہ یہ ہے کہ علوم حقہ میں سے ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ تم دونوں کے دونوں گروہ نہ تو اس کے اہل تھے اور نہ یہ چیز تمہارے ذوق اور مشرب کے مطابق تھی اس لئے تمہارا مسلک یہ ہونا چاہیے کہ جس طرح ملاء اعلیٰ کے فرشتے بارگاہ حق میں تضرع ونیاز مندی کرتے ہیں تم بھی ان کی طرح وجود باری کی اس حقیقت کی طرف جو سب کو جامع ہے یکسر متوجہ ہو جاتے۔

اب رہا ذکر واذکار کرنے والے اصحاب کے انوار کا معاملہ سو بات یہ ہے کہ اگرچہ وہ مسئلہ وحدۃ الوجود سے تو بیخبر رہے لیکن علوم حقہ میں سے وہ علوم جو خود ان کے ذوق اور مشرب کے مطابق تھے

وہ انہیں حاصل تھے اور ان کی وجہ سے ہی ان کے نفوس کی تہذیب اصلاح ہوگئی چنانچہ جس درجہ کمال تک پہنچنے کی استعداد لے کر وہ پیدا ہوئے تھے اس طرح وہ اس درجہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ باقی رہا وحدت الوجود پر اعتقاد رکھنے والوں کا معاملہ تو گو اس مسئلہ میں اصل حقیقت تک تو ان کی رسائی ہوگئی لیکن علوم حقہ میں سے وہ علم جن سے ان کی طبیعت کو قدرتی مناسبت تھی وہ انہیں نصیب نہ ہوئے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب انہوں نے اپنے خیالات کو فکر کی اس وادی میں جہاں کہ یہ سوال درپیش ہوتا ہے کہ موجودات عالم میں وجود حق کس طرح جاری وساری ہے بے عنان چھوڑا تو ان کے ہاتھوں سے ذات حق کی تعظیم اس سے محبت اور موجودات سے ان کے ماوراء اور منزہ ہونے کا سررشتہ چھوٹ گیا اور دراصل یہی وہ سررشتہ ہے جس کے ذریعے ملاء اعلیٰ کے فرشتوں نے اپنے رب کو پہچانا اور ان سے افلاک کی قوتوں نے اپنی فطری استعداد کی بناء پر عرفان الٰہی کے اس سررشتہ کی وراثت پائی اور پھر آگے چل کر اس عالم کی یہ ساری فضاء انکی معرفت سے بھر گئی اب جو نفوس ذات حق کی تعظیم اس کے ساتھ محبت اور موجودات سے اسے منزہ ماننے کی اس معرفت کے وارث نہ ہوئے تو اسکی وجہ سے نہ تو ان کی تہذیب واصلاح ہوسکی اور نہ وہ اپنے مقصد حیات ہی کو پاسکے۔

الغرض اے وحدت الوجود کو ماننے والو اور وجود حق کو موجودات عالم میں جاری وساری جاننے والو! تم میں سے اس راز کو زبان سے نکالا جو اس کا اہل نہ تھا اور وہ گروہ جس کے مشرب اور ذوق کے مطابق یہ علم تھا وہ خاموش رہا اب تم میں بعض ایسے مسخ شدہ لوگ ہیں جو اس راز سے بالکل بے خبر ہیں اور اس ضمن میں حصول کمال کے لئے عقل وخرد کی جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور وہ نتیجہ ہوتی ہیں فلکی عناصر کی تاثیرات کا وہ تم میں سرے سے غائب ہیں ان حالات میں قدرتی بات تھی کہ وحدت الوجود کے اس مسئلے کی وجہ سے تمہارے دلوں میں ندامت اور تمہارے چہروں پر سیاہی ہوتی۔ حقیقت میں اس راز کا اہل تو وہ شخص ہے جس میں عقل وخرد کی یہ صلاحیتیں برومند اور تروتازہ ہوں اور اس عالم میں مظاہر واشکار کے جو تہہ بہ تہہ حجابات ہیں انہوں نے اس کی ان صلاحیتوں کو بے اثر نہ کر دیا ہو۔ میں نے اتنا کہا تھا کہ وہ اس مسئلے کو سمجھ گئے اور انہوں نے اس کا اعتراف بھی کر

لیا پھر میں نے ان کو بتایا کہ یہ وہ اسرار ہیں جو خاص طور پر مجھے رب کی طرف سے عطا فرمائے گئے تاکہ میں اس معاملے میں تمہارے ان اختلافات کو حل کر سکوں باقی تعریف تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے میں یہ کہہ چکا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی اور میں بیدار ہو گیا۔ (فیوض الحرمین ص ۵۲،۵۳)

شاہ ولی اللہؒ کے مکاشفہ سے یہ معلوم ہوا کہ وحدۃ الوجود کے قائلین بھی اولیاء اللہ میں سے ہیں البتہ جو استعداد نہ رکھتے ہوئے غور و خوض کرے اس کی مذمت سامنے آئی۔

دوسرے مقام پر شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

فملحب الاول يسمى بوحدة الوجد والثاني بوحدة الشهود و قد عندنا ان المكشوفين صحيحان جميعا. (مکتوب مدنی ص ۵۸)

ترجمہ: پس مذہب اول کا نام وحدۃ الوجود ہے اور ثانی کا وحدۃ الشہود اور ہمارے نزدیک دونوں کشف صحیح ہیں۔

غیر مقلدین کے بانی نواب صدیق حسن خان کا نظریہ:

بہر حال اس مسئلہ وحدت وجود کا دارومدار حضرات صوفیہ کے کشف و شہود پر ہے اور علماء اور صوفیا نے اس کے متعلق بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے ہیں مثلاً طبقہ قادریہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ صدر الدین قونوی، شیخ عبدالکریم جیلی، شیخ عبدالرزاق جھجانوی، شیخ امان اللہ پانی پتی اور طبقہ کبرویہ میں شیخ جلال الدین رومی شیخ شمس الدین تبریزی طبقہ سہروردیہ میں شیخ فریدالدین عطار طبقہ چشتیہ میں سید محمد گیسودراز سید جعفر بلخی طبقہ نقشبندیہ میں خواجہ عبداللہ احرار، نور الدین جامی، ملا عبدالغفور لاری، خواجہ باقی باللہ، کابلی شیخ عبدالرزاق، کاشی شمس الدین، فناری قیصری، سعدالدین فرغانی وغیرہ اکابر گزرے ہیں۔

ہم لوگ چونکہ ان اختلافات کے بعد پیدا ہوئے ہیں اس لئے ہم کو طرفین سے کسی ایک طرف جزماً میلان نہیں ہو سکتا مذہب وحدت وجود اور مذہب وحدت شہود دونوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو جس طرح ایک جانب بہت سے دلائل ہیں اسی طرح دوسری طرف بھی بہت سی دلیلیں ہیں۔ ہم پر

اعتقاد لازم ہے کہ ہم کسی جانب بھی ضلالت اور گمراہی کا خیال دل میں نہ لائیں کیونکہ اس میں بہت سے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تضلیل و تکفیر لازم آتی ہے۔ وحدت وجود کے اثبات یا ابطال میں لب کشائی نہ کرنی چاہیے۔ اگر خود ذی فہم ہے تو اپنی فہم پر قناعت کرے اور اگر وہ نہیں سمجھتا تو ان اقوال کو ان کے قائلین پر چھوڑ دے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم ص ۳۹)

مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

هو سبحانه خارج عن العالم بائن عن خلقه لا يتحد بغيره والا يحل في غيره ولا يحل غيره فيه والوجودية الحلولية زنادقة خارجة عن الاسلام امام الصوفية الوجدية ومنهم الشيخ ابن عربي فهم لا يقولون بلاحلول و لا بالاتحاد الصرف بل يثبتون ذات الله سبحانه بائنا عن خلقه على عرشه السما يقولونا ان الحق عين الخلق من وجه يعني من جهة الوجود فان الوجود واحد وهو وجود الحق وسائر الاشياء موجودة بهذا الوجود ليس لها وجود مستقل .(ہدیۃ المہدی ص ۵۰)

ترجمہ: حق سبحانہ عالم سے خارج ہیں مخلوق سے جدا ہیں نہ غیر کے ساتھ متحد ہیں اور نہ غیر میں حل ہیں اور نہ غیر اس میں حل ہے وجودیہ اور حلولیہ زندیق ہیں اسلام سے خارج ہیں لیکن صوفیاء کرام جو وحدۃ الوجود کے قائل ہیں انہیں میں ابن عربیؒ ہیں۔ وہ نہ حلول کا قول کرتے ہیں اور نہ اتحاد کا بلکہ وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کو مخلوق سے اپنے عرش پر جدا ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق مخلوق کا عین ہے من وجہ یعنی وجود کے اعتبار سے اس لئے کہ وجود ایک ہی ہے اور وہ حق تعالیٰ کا وجود ہے اور باقی ساری اشیاء کا وجود اسی وجود سے موجود ہیں ان کا مستقل وجود نہیں۔

آگے لکھتے ہیں:

وشيخنا ابن تيمية قد شدد الانكار على ابن عربي و تبعه الحافظ والغزالي وعندي انهم لم يفهموا مراد الشيخ ولم يمعنوا النظر فيه وانما و حشتهم ظواهر الفاظ الشيخ في الفصوص و لو نظروا في الفتوحات لعرفوا ان الشيخؒ من اهل الحديث اصولا و فروعا و من اشد الرادين على ارباب التقليد بالجملة المسئلة دقيقة و اللازم على اهل الحديث متابعة ظواهر الكتاب والسنة والسكوت عن الشيخ وهجران كتبه و منع الناس عن مطالعتها و تفيض امره الى الله

قال الشیخ المجدد انا مخالف الشیخ و اول انه اخطا فی هذه المسئلة و مع ذالک هو من اولیاء اللہ تعالی والذی یلمه و ینکر علیه هو فی الخطر وقال السید من اصحابنا اعتقادنا فی الشیخ الاجل محی الدین ابن العربی والشیخ احمد السرهندی انهما من صفوة عباداللہ ولا نلتفت الی ما قیل فیهما و کذالک الشوکانی من اصحابنا رجع عن ذم الشیخ فی اخر امره و قال انی نظرت فی الفتوحات عرفت انه یمکن حمل کلام الشیخ فی الفصوص علی محمل صحیح قال السیخ صفی الدین من اصحبنا ملذهبی فیه کملذهب شیخ الاسلام الحافظ السیوطی وهو اعتقاد ولایته وتحریم النظر فی کتبه.(هدیة المهدی ص ۵۱)

ترجمہ: اور ہمارے شیخ ابن تیمیہؒ نے ابن عربی پر سخت تنقید کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ اور علامہ تفتازانیؒ نے ان کی اتباع کی ہے اور میرے نزدیک انہوں نے شیخ کی مراد کو نہیں سمجھا اور نہ گہری نظر سے اس کو دیکھا ہے۔ ان کو شیخ کے وہ الفاظ جو فصوص الحکم میں ہیں ان کے ظاہر نے وحشت میں ڈال دیا اور اگر وہ فتوحات مکیہ کو دیکھتے تو وہ جان لیتے کہ شیخ ابن عربی اصولاً وفروعاً اہل حدیث تھے۔ اور مقلدین پر سخت تنقید کرنے والوں میں تھے خلاصہ یہ کہ مسئلہ وحدۃ الوجود دقیق ہے اور اہل حدیث پر کتاب وسنت کے ظاہر کی اتباع کرنا اور شیخ کے بارے میں سکوت کرنا اور اسکی کتب کو چھوڑنا اور لوگوں کو اس کے مطالعہ سے منع کرنا اور اس کے امر کو اللہ کے سپرد کرنا لازم ہے۔ شیخ مجدد احمد سرہندی فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابن عربی کا مخالف ہوں اور میں کہتا ہوں کہ اس نے اس مسئلہ میں خطا کی اسکے باوجود اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اور وہ شخص جو شیخ کی مذمت کرتا ہے اور ان کی مخالفت کرتا ہے وہ خطرے میں ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں شیخ اجل محی الدین ابن عربیؒ اور شیخ احمد سرہندیؒ کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ دونوں اللہ کے مقرب بندے تھے اور ان کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اسی طرح ہمارے اصحاب میں سے قاضی شوکانی نے بھی آخر میں شیخ کی مذمت سے رجوع کرلیا اور فرمایا کہ میں نے جب فتوحات میں نظر کی تو میں نے جان لیا کہ شیخ کی وہ کلام جو فصوص الحکم میں ہے اس کو صحیح محمل پر محمول کرنا ممکن ہے اور ہمارے اصحاب میں سے شیخ فصیح الدین نے فرمایا کہ

میرا مذہب شیخ الاسلام حافظ سیوطیؒ کے مذہب کی طرح ہے وہ یہ کہ شیخ کی ولایت کا اعتقاد تو رکھا جائے اور اس کی کتب کو دیکھنا حرام سمجھا جائے۔

شاعر مشرق اور وحدۃ الوجود:

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ بھی وحدۃ الوجود کے قائل تھے چنانچہ آپ کے بہت سارے اشعار سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔

کر اجوئی چرا در پیچ و تابی ۔۔۔ کہ او پیدا ست تو زیر نقابی
تلاش او کنی جز خود نہ بینی ۔۔۔ تلاش خود کنی جز او نیابی
ز آغاز خودی کس راخبر نیست ۔۔۔ خودی در حلقہ شام و سحر نیست
زخضر ایں نکتہ نادر شنیدم ۔۔۔ کہ بحر از موج خود دیرینہ تر نیست
چہ گویم نکتہ زشت و نکو چیست ۔۔۔ زبان لرزد کہ معنی پیچدار است
برون از شاخ بینی خار و گل را ۔۔۔ درون او نہ گل پیدا نہ خار است

(کلیات اقبال فارسی ص ۱۲۳)

نہ ہے زمان نہ مکاں لا الہ الا اللہ ۔۔۔ خرد ہوئی ہے زمان و مکان کی زناری

(کلیات اقبال اردو ص ۴۷۷)

ہر چیز ہے محو خود نمائی ۔۔۔ ہر ذرہ شہید کبریائی
بے ذوق نمود زندگی موت ۔۔۔ تعمیر خودی میں ہے خدائی
تارے آوارہ و کم آمیز ۔۔۔ تقدیر وجود ہے جدائی
تیری قندیل ہے ترا دل ۔۔۔ تو آپ ہے اپنی روشنائی
ایک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں ۔۔۔ باقی ہے نمود سیمیائی

(کلیات اقبال اردو ص ۳۴۲)

ڈاکٹر یوسف حسین علامہ کے مابعد الطبیعی تصورات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں وحدۃ الوجود کی

رو سے ذات باری کائنات اور انسان میں جاری وساری ہے، سارے عالم میں اصول وحدت کار فرما ہے۔ موجود اور معروض کا فرق فریق نظر ہے فطرت مظاہر کا ایک نظام ہے جو ان گنت اعتبارات کے بندھنوں میں بندھا ہوا ہے ان اعتبارات کی تہہ میں ایک ہی ارادہ کارفرما ایک ہی اصول کی تاثیر نمایاں ہے اگر ذات واجب تعالیٰ اور عالم ایک ہی ہیں تو ذات اور صفات کا فرق بے معنی ہے یہ فرق محض ظنی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ذات الٰہی کے مختلف تعینات کائنات سے عبارت ہیں لیکن وہ خود غیر متعین ہے معروضی طور پر عالم غیر حقیقی ہے صرف وجود ذات باری کا ہے کثرت وامتیاز لگانا اچھا نہیں، اصل وجود ذات واجب تعالیٰ کے لئے مسلم ہو چکا تو عالم کی حیثیت سوائے اضافی اور اعتباری وجود کے کیا رہ جاتی ہے۔ موجودات عالم حقیقت کی رو سے حق تعالیٰ کے عین ہیں اور مجازی اور اضافی حیثیت سے غیر حق ہیں، حق تعالیٰ کا وجود عالم میں اسی طرح سے مستور ہے جس طرح صورت نوعیہ اپنے افراد میں ہر صفت میں ذات کا موجود رہنا لازمی ہے بغیر وجود ذات کے صفات کا ظہور محال ہے صفات اور افعال وآثار عین ذات ہیں مراتب کو نیہ ذات واجب تعالیٰ کے مظاہر اور اعراض ہیں۔

دما دم رواں ہے یم زندگی ہر اک شے سے پیدا رم زندگی
اسی سے ہوئی ہے بدن کی نمود کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موج دود
یہ ثابت بھی ہے اور سیار بھی عناصر کے پھندوں سے بیزار بھی
یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر مگر ہر کہیں بے چگوں بے نظیر

(روح اقبال ص ۲۷۳، ۲۷۴)

سریان وماورائیت کے بارے میں شاعر مشرق کا موقف یہ ہے کہ:

"ذات واجب تعالیٰ قطعی طور پر عالم میں جاری وساری ہے اور نہ پوری طرح ماوراء ہے وہ ایک حد تک جاری وساری بھی ہے اور ایک حد تک ماوراء بھی" (روح اقبال ص ۳۸۸)

فرماتے ہیں:

ذات واجب تعالیٰ متصل عالم بھی ہے اور منفصل عالم بھی وہ عالم میں داخل بھی ہے اور خارج بھی

اصل وجود حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کا مسلم ہے عالم اور انسان کا وجود اضافی اور اعتباری حیثیت رکھتا ہے انسانی فطرت کو ادھر ادھر بھٹکنے کے بعد اسی کی ذات میں پناہ ملتی ہے اور جب وہ چارسو کے انتشار سے حیران و پریشان ہو جاتا ہے تو اسی کی ذات کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔

خرد کھو گئی ہے چار سو میں   نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
اماں شاید ملے اللہ ہو میں   نہ چھوڑ اے دل فغان صبح گاہی

(روح اقبال ص ۳۹۷)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب گلشن راز جدید کی شرح فرماتے ہوئے علامہ صاحب کے فکری مسلک کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ حقیقت کہ اقبال وحدۃ الوجود کے قائل ہیں گرچہ بجائے خود مبرہن ہے لیکن میں نے اس جگہ اس کی صراحت اس لئے کی ہے کہ اقبال کی زندگی میں ایک دور ایسا بھی آیا ہے جبکہ وہ شیخ اکبرؒ کے مخالف بھی تھے لیکن جب انہوں نے ربط حادث بالقدیم کے مسئلہ پر خالی الذہن ہو کر غور کیا تو اس کا حل ان کو صرف وحدۃ الوجود ہی میں ملا۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ ان کے کلام کا استقصاء کیا جائے تو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ابتداء سے لے کر ۱۹۱۰ء تک اقبال وحدۃ الوجود کے حامی اور قائل رہے جیسا کہ "بانگ درا" کی نظموں سے ظاہر ہے ۱۹۱۰ء سے لے کر ۱۹۱۸ء تک یہ دور ایسا ہے جب وہ سمجھتے تھے کہ شیخ اکبرؒ بھی اسی وحدۃ الوجود کی تعلیم دیتے ہیں جس کی تعلیم شنکراچاریہ یا اسپنوزا نے دی ہے اور چونکہ شنکر اور سپینوزا کی تعلیم قرآن حکیم کے خلاف ہے اس لئے وہ شیخ اکبرؒ سے بدظن تھے اور اور وحدۃ الوجود کے مخالف تھے۔ لیکن جب انہوں نے بطور خود تحقیق کی تو انہیں معلوم ہوا کہ شیخ اکبر کا فلسفہ شنکراچاریہ اور اسپنوزا دونوں سے مختلف ہے بلکہ شیخ اکبرؒ نے جیسا کہ انہوں نے فتوحات مکیہ کی ابتداء میں واضح کر دیا ہے قرآن و حدیث ہی کو اپنے نظام فکر کا ماخذ بنایا ہے یعنی مسلک وحدت الوجود کی دو قسمیں ہیں (۱) اسلامی (۲) غیر اسلامی اور شیخ اکبر نے جس مسلک کی تبلیغ کی ہے وہ اسلام کی روح سے مطابقت رکھتا ہے تو انہوں نے اس مسلک کو بطیب خاطر قبول کر لیا اور ۱۹۱۸ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک یعنی تادم وفات وہ اسی مسلک کی تبلیغ کرتے رہے۔ (شرح زبور پروفیسر

یوسف سلیم چشتی لاہور عشرت پبلشنگ ہاؤس)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی کا دعویٰ ہے کہ علامہ اقبال مرحوم سے ان کی ملاقاتوں کا سلسلہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۸ء تک جاری رہا۔ ان ملاقاتوں کے دوران وہ علامہ کے ارشادات نوٹ کرتے رہے بعد میں انہوں نے ارشادات کو اقبال کے بعض ملفوظات کے عنوان سے مرتب کر کے ایک مضمون کی صورت میں اقبال ریویو میں شائع کردی ان بعض ملفوظات کے چند حصے جو ہمارے موضوع سے متعلق ہیں اور اختلاف و اتفاق کی وضاحت کرتے ہیں قابل توجہ ہیں۔

یکم اکتوبر ۱۹۳۰ء کی ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہیں:

علامہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا وحدۃ الوجود کے مسئلے پر گفتگو میں فرمایا ایک صوفی جب اپنے باطنی وارادات کا بیان کرتا ہے تو اسے وحدۃ الوجود سے تعبیر کرتا ہے یعنی اس پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ذات واحد کائنات کی اصل ہے دنیا کا کوئی مذہب تصوف کے عنصر سے خالی نہیں ہے حتی کہ سائنس میں بھی تصوف کا رنگ جھلکتا ہے۔

اسپنوزا فلسفی تھا صوفی نہیں تھا کیونکہ صوفی وہ ہے جو ورا العقل ذرائع سے علم حاصل کرتا ہے اسپنوزا عقلی اعتبار سے حلول (Panthesim) کا قائل تھا لیکن شیخ اکبرؒ ابن عربیؒ حلول کے قائل نہیں تھے کیونکہ یہ نظریہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے (منتخب مقالات اقبال ریویو مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی اقبال اکادمی لاہور پاکستان)

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۸۰ میں فرمایا ہے شیخ عبدالغنیؒ کے مکتوب سے نقل کرتے ہوئے کہ حضرت آدم بنوریؒ کے طریقہ میں استغراق تام پیدا کرتے ہیں اس حد تک کہ سالک اشیاء کو شہود کے غلبہ کے باعث عین حق پاتا ہے اور اس کو ان کی اصطلاح میں توحید وجودی کہتے ہیں اور اگر اشیاء کو گم کردے اور عالم مثال میں جمال ذوالجلال کو اشیاء کے پیچھے مشاہدہ کرے اور اشیاء کو نظر انداز کردے تو اس کو توحید مشہودی کہتے ہیں لیکن ابھی بھی مطلوب حقیقی تک وصول بغیر اشیاء کی تلبیس کے نہیں ہوتا اس کے بعد اگر اس سالک کا پیر کامل ہوگا تو وہ اپنی توجہ سے مرید کو تجلیات و مشاہدات کے ہجوم سے خالی بنا دے گا حتی کہ سوائے نور یقین کے اس سالک کا

پیر کامل ہوگا تو وہ اپنی توجہ سے مرید کو تجلیات ومشاہدات کے ہجوم سے خالی بنادے گا حتی کہ سوائے نور یقین کے اس کو اور کچھ بھی معلوم نہیں ہوگا۔

اور قاضی ثناء اللہ اپنے مکتوب شریف میں فرماتے ہیں کہ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ یہ فقیر ان بزرگوں کی ہمہ اوست کے اطلاقات سے معنی سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام جزئیات متفرقہ جو حادث ہیں یہ سب اس ذات واحد کا ظہور ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس عبارت کا ایک اور معنی بھی ہے جو حلول واتحاد سے بہت دور ہے یعنی تمام اشیاء نیست ہیں موجود تو وہی ذات باری تعالیٰ ہے یعنی تمام چیزوں کا وجود ذات باری تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں نیست کے حکم میں ہے یہ معنی نہیں کہ تمام چیزیں موجود ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں ایسا تو کوئی بے وقوف بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایسے بڑے بڑے بزرگ ایسا کہیں معاذ اللہ۔

عینیت:

حضرات صوفیاء کرام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان عینیت کے قائل ہیں اور بسا اوقات اس پر وہ یہ شعر بھی پیش کرتے ہیں کہ ابن عربیؒ نے کہا:

وفی کل شیء له آیة　　　تدل علی انه عینه

پھر اس کے بعد اس کی تشریح میں خود اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ معاذ اللہ ان کے نزدیک گدھے، گھوڑے، کتے کا وجود بھی خدا کا وجود ہے۔ جس سے عامی آدمی شک وشبہ میں پڑ جاتا ہے حالانکہ حضرات صوفیاء کرام اس معنی میں عینیت کے قطعاً قائل نہیں جو معترض لیتا ہے۔ آنے والے حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

چنانچہ صوفیاء محققین اس عینیت کے ساتھ غیریت کے بھی قائل ہیں پس یہ عینیت اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی مسئلے کی تحقیق تو اس قدر ہے اس سے زیادہ اگر کسی کے کلام منثور یا کلام منظوم میں پایا جاوے تو حالت سکر کا کلام ہے نہ قابل ملامت ہے اور نہ قابل نقل وتقلید۔ (تعلیم الدین ص ۹۶)

قطب الارشاد مولانا عبداللہ بہلویؒ لکھتے ہیں:

عینیت کا ایک معنی یہ ہے کہ دو چیزوں کا مکمل طور اس طرح ایک ہونا کہ ان میں کسی قسم کا بھی فرق نہ ہو اور غیریت کا معنی یہ ہے کہ دونوں میں کسی قسم کا تغایر امتیاز یا فرق ہو اس معنی میں عینیت وغیریت میں تناقض ہے جس میں دونوں کا کسی محل میں جمع ہونا محال ہے اور لغوی معنی بھی یہی ہے اور اسی میں اکثر عرفاً استعمال ہوتا ہے اس اعتبار سے کوئی شے باری تعالیٰ کی عین ذات نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عینیت کے تو وہی مذکورہ بالا معنی لئے جائیں اور غیریت کے معنی یہ ہوں کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کا دوسری کے بغیر موجود ہو سکنا عینیت وغیریت کے اس معنی میں باہم تناقض تو نہیں مگر تضاد ہے یعنی دونوں ایک محل پر صادق نہیں آسکتے مگر مرتفع ہو سکتے ہیں یہ متکلمین کی اصلاح ہے اس تفسیر سے بھی ذات باری تعالیٰ اور مخلوق میں عینیت نہیں بلکہ غیریت ہے اس لئے کہ مخلوقات بدوں باری تعالیٰ کے موجود نہیں ہو سکتی لیکن باری تعالیٰ بدوں مخلوقات کے پہلے بھی موجود تھے۔

عینیت کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ ایک شے کا اپنے وجود میں دوسری شے کی طرف محتاج ہونا گو دوسری پہلی کی طرف محتاج نہ ہو اور غیریت کے وہی پہلے والے معنی کہ دو چیزوں میں کسی قسم کا تغایر امتیاز یا فرق ہونا یہ اصطلاح صوفیاء کی ہے جس کے اعتبار سے ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں عینیت بھی ہے کیونکہ مخلوقات اپنی ذات میں ذات باری تعالیٰ کی محتاج ہے گو ذات باری تعالیٰ اس احتیاج سے مبرا ہے اور غیریت بھی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں لاکھوں طرح کے فرق ہیں جیسا کہ فرمایا:

انتم الفقراء الی اللہ و اللہ ھو الغنی الحمید.

تم سب اللہ تعالیٰ کے ہر طرح محتاج وتابع ہو اور اللہ تعالیٰ ہر طرح غنی و بے نیز ہے۔

گو اس تیسرے معنی کے اعتبار سے صوفیا تمام مخلوقات کو عین باری تعالیٰ کہتے ہیں۔ مگر بعض اوقات ایک قید اور بڑھاتے ہیں کہ مخلوق کو خالق کی طرف احتیاج کا علم و معرفت بھی حاصل ہو اور اس مقید معنی کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں صوفی عارف کے لئے عینیت کا اثبات کرتے ہیں کیونکہ دوسری مخلوق اس عرفان سے خالی ہے پھر بعض اوقات اس قید پر ایک قید بڑھا دیتے ہیں کہ ایسی

معرفت میں اس قدر استغراق ہو کہ خود مخلوق بلکہ اپنی ذات و ہستی کی طرف بھی التفات نہ رہے یہ حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ تھانویؒ کی تحقیق ہے جس سے نہ کسی عامی کو انکار ہو سکتا ہے اور نہ کسی عالم کو توحش اس کے سمجھنے کے لئے نہ فلسفی ہونے کی حاجت ہے نہ کسی مابعد الطبیاتی فلسفہ یا نظریہ کی ضرورت نہ بندہ کی بندگی میں کوئی فرق آیا نہ خدا کی خدائی یا تنزیہ میں اس سے کوئی نقص آیا جزاھم اللہ تعالیٰ ۔(کذافی تجدید التصوف)

فائدہ ہمہ اوست کا یہ معنی نہیں کہ ہمہ اور اُو ایک ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمہ کی ہستی قابل اعتبار نہیں بلکہ اُو کی ہستی لائق شمار ہے اور باقی کی ہستی کے سامنے فانی کی کوئی ہستی نہیں پس وحدۃ الوجود کا معنی ہے وجود ایک ہونا پس حقیقیۃ وجود ایک ہی ہے اور وحدۃ الشہود کا معنی ہے شہود ایک ہونا یعنی واقع میں تو متعدد ہستیاں ہیں مگر سالک کو ایک کا مشاہدہ ہوتا ہے اور دوسرے سب کالعدم ہیں پس وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں اختلاف لفظی ہے فافہم ۔(معارف بہلول ص ۱۱۶ ج ۴)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں عبد و رب میں عینیت و غیریت دونوں متحقق ہیں وہ ایک وجہ سے اور یہ ایک وجہ سے اگر چہ بادی النظر میں اجتماع ضدین ایک شخص میں محال معلوم ہوتا ہے الضدان لا یجتمعان قول صحیح ہے مگر اس میں دو ضد لغوی مراد ہیں اور ضد اصطلاحی جمع ہوتے ہیں اسی وجہ سے محققین کو جامع الاضداد کہتے ہیں ۔(شمائم امدادیہ ص ۳۶)

نیز فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ عبد و رب میں عینیت حقیقی لغوی کا جو اعتقاد رکھے اور غیریت کا جمیع وجوہ انکار کرے وہ ملحد و زندیق ہے کیونکہ اس کا عقیدہ سے عابد و معبود ساجد و مسجود کا کوئی امتیاز نہیں رہتا اور یہ غیر واقع ہے ۔(شمائم امدادیہ ص ۳۷)

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں اسی طرح ممکن کو واجب ذات باری کا عین کہنا اور ممکن کے صفات افعال کو حق تعالی کے صفات و افعال کا عین بنانا بری بے ادبی اور حق تعالی کے اسماء و صفات میں الحاد و شرک ہے ۔(مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۱۶)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ پس عالم کو حق تعالی کا عین نہیں کہہ سکتے (مکتوبات امام ربانی ص ۲۶)

ابن عربیؒ فرماتے ہیں ۔

وھذا یدلک صریحا علی ان العالم ما ھو عین الحق تعالی اذلو کان عین الحق ما صح کون الحق تعالیٰ بدیعا انتھی.

ترجمہ: یہ جو کچھ میں نے کہا ہے رہنمائی کرتا ہے تری واضح طور پر اس طرف کہ یہ عالم عین حق نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ عین حق ہوتا تو حق تعالی کا بدیع ہونا صحیح نہ ہوتا۔

پس ثابت ہوا کہ حق تعالی اور علام نہ عین یک دگر ہیں اور نہ متحد ہیں عینیت اور اتحاد اگر ان (شیخ اکبر) کے کلام میں ہے تو بمعنی اصطلاحی ہے جس سے مراد تابعیت خلق للحق فی الوجود نیز ارشاد فرماتے ہیں۔

العبد عبد و ان ترقی والرب رب وان تنزل.

بندہ ہمیشہ بندہ ہی رہے گا خواہ وہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرے اور رب ہمیشہ رب ہی رہے گا خواہ وہ کتنا ہی تنزل کیوں نہ فرمائے۔(فتوحات مکیہ باب ۵۵۷)

نیز فرماتے ہیں:

اگر حق تعالی کی ندا ہمارے لئے اور ہماری ندا اس کے لئے نہ ہوتی تو نہ وہ ہم سے متمیز ہوتا اور نہ ہم اس سے ممیز ہوتے پس جس طرح حق تعالی نے اپنی ذات کو ہم سے جدا کیا ہے اسی طرح ہم نے اپنی ذات کو اس سے جدا کیا ہے پس نہ حق تعالی نے انسان میں حلول کیا اور نہ حق تعالی اور انسان دونوں مل کر ایک ہو گئے یعنی حلول اور اتحاد یہ دونوں عقیدے باطل ہیں اور جو شخص دعوی کرے وصل کا کہ بندہ خدا ہو گیا تو وہ حقیقت سے دور ہو گیا یعنی گمراہ ہو گیا۔(فتوحات ص ۳۶۵)

نیز فرماتے ہیں:

اعلم ایھا الولی الحمیم ان الوجود منقسم بین عابد و معبود فالعابد کل ماسوا اللہ تعالیٰ وھو العالم المعبر عنہ والمسمی عبدا و المعبود ھو المسمی اللہ وما فی الوجود الا ماذکرنا فکل ما سوا اللہ عبد اللہ ما خلق و یخلق و فیما ذکرنا اسرار عظیمۃ متعلق بباب المعرفۃ باللہ و توحیدہ و بمعرفۃ العالم و رتبتہ و بین العلماء فی ھذہ المسئلۃ من الخلاف ما لا یرتفع ابدا و لا یتحقق فیہ قدم یثبت علیہ و لھذا قدر اللہ السعادۃ لعبادہ بالایمان و فی العلم بتوحیدہ

خاصة مالم طريق الى السعادة الا هذا. (فتوحات مکیہ ج ۳ ص ۵۰۷ باب ۳۷۱)

ترجمہ:۔ اے مخلص دوست خوب جان لو کہ وجود تقسیم ہے عابد اور معبود کے درمیان پس اللہ تعالیٰ کے ماسوا کل عابد ہے اور اس کو عالم سے تعبیر کرتے ہیں اور معبود وہی ہے جس کا نام اللہ ہے اور وجود میں اس کے سوا اور کچھ نہیں اللہ تعالیٰ کے ماسوا جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عبد ہے جو اس نے پیدا کیا ہے اور یا جس کو آئندہ پیدا کرے گا اور یہ جو ہم نے بیان کیا ہے اس میں بڑے اسرار ہیں جو اللہ اور اس کی توحید کی معرفت سے تعلق رکھتے ہیں اور جو عالم اور اس کے مرتبہ کی معرفت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس مسئلہ وحدۃ الوجود میں علماء کے درمیان اختلاف ہے جو کبھی اٹھ نہیں سکتا اور کسی قدم تک نہیں سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں کی سعادت اس میں مقدر کی ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اس کی توحید کا علم خاص طور پر حاصل کریں سعادت کی طرف راہ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

اسی طرح الجواہر والیواقیت والے نے بیان کیا ہے کہ حضرت شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے تمہیں صریح طور پر معلوم ہوگا کہ عالم جہاں عین حق تعالیٰ من کل الوجوہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر ایسا ہو یعنی عالم عین حق تعالیٰ ہو تو پھر اس کو بدیع موجد کیسے کہہ سکتے ہیں۔ (حاشیہ کچکول نامہ ص ۲۱)

نیز حضرت مجدد الف ثانیؒ ارشاد فرماتے ہیں صوفی کہ حکم بہ ہمہ اوست می کند مرادش آن نیست کہ اشیاء باحق متحد اند و تنزیہ و تنزل نمودہ تشبیہ گشتہ ہوست یا واجب ممکن شدہ است یا بے چوں بچوں آمدہ است کہ ہمہ کفر و الحاد است و ضلالت و زندقہ بلکہ ہمہ اوست آنست کہ اشیاء نیستند و موجود اوست تعالی غایت مافی الباب صوفیا اشیار اظہور حق میدانند (مکتوب مجدد مکتوب ۴۴ ج ۲)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ صوفی جو ہمہ اوست کہتا ہے اس سے اس کی مراد یہ نہیں ہے کہ اشیائے کائنات حق کے ساتھ متحد ہیں یا خدا انسان بن گیا ہے یا واجب ممکن ہو گیا ہے یا وہ ذات بیچوں کسی جسم میں حلول کر گئی ہے کیونکہ یہ سب باتیں کفر و الحاد اور ضلالت و زندقہ ہیں بلکہ ہمہ اوست سے مراد یہ ہے کہ اشیائے کائنات باعتبار حقیقت یا بذات خویش معدوم ہیں در صرف حق

تعالیٰ موجود ہے غایت مافی الباب یہ ہے کہ صوفیا اشیاء کو ظہور حق سمجھتے ہیں نہ کہ عین حق۔ (مکتوبات شریف جلد دوم مکتوب نمبر ۴۴)

حضرت پیر مہر علی شاہ کی وضاحت درج کی جاتی ہے جو انہوں نے شیخ اکبر کی مذکورہ بالا عبارت کی تشریح میں فرمائی فرماتے ہیں:

لوگوں کو حضرت شیخ کی اس عبارت سے وہم ہوا کہ اس سے خالق و مخلوق کا اتحاد لازم آتا ہے مگر حاشا وکلا شیخ کی مراد ہرگز یہ نہیں کیونکہ لفظ عین کے دو معانی ہوتے ہیں ایک یہ کہ کہا جائے کہ فلاں چیز اپان عین ہے مثلاً انسان انسان اور دوسرے یہ کہ کسی چیز کا قیام اور تحقیق کسی اور چیز سے ہو کہ اگر وہ نہ ہوتی اس کا وجود نہ ہوتا اور یہاں شیخ نے یہی معنی لئے ہیں کہ اگر واجب الوجود کا تعلق مخلوقات سے قطع تصور کیا جائے تو مخلوق کا فی نفسہٖ کوئی وجود نہ ہوگا اور فرمایا کہ میں نے کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک مجددی حضرت بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے مزار شریف پر مراقب ہو کر بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ عالم مثال میں حضرت محبوب الٰہی فصوص الحکم کا درس دے رہے ہیں میں نے سوال کیا کہ اوجد الاشیاء وھو عینھا کی عبادت سے بظاہر خالق کا اتحاد مفہوم ہوتا ہے حضرت موصوف نے ایک لحہ تامل فرمایا کہ ناگہاں حضرت شیخ اکبر کی روح پر فتوح تشریف لائی اور حضرت محبوب الٰہی سے فرمایا کہ آپ کیوں یہ جواب نہیں دیتے کہ میں نے وھو عینھا کہا ہے نہ وھی عینہ یعنی یہ نہیں کہا کہ اشیاء اللہ تعالیٰ کا عین ہیں بلکہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کا عین ہے۔ (مہر منیر مطبوعہ گولڑہ شریف راولپنڈی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ یہ فقیر ان بزرگوں کے ہمہ اوست کے اطلاقات سے معنی سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام جزئیات متفرقہ جو حادث ہیں یہ سب اس ذات واحد کا ظہور ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس عبارت کا ایک معنی بھی ہے جو حلول واتحاد سے بہت دور ہے یعنی تمام اشیاء نیست ہیں موجود تو وہی ذات باری تعالیٰ ہے۔ یعنی تمام چیزوں کا وجود ذات باری تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں نیست کے حکم میں ہے یہ معنی نہیں کہ تمام چیزیں موجود ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں ایسا تو کوئی بے وقوف بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایسے بڑے بڑے

بزرگ ایسا کہیں معاذاللہ۔ (مکتوبات قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

همه اُوست:

وحدۃ الوجود کی تشریح میں ایک اصطلاح ہمہ اوست مستعمل ہے مخالفین وحدۃ الوجود کا ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ وجودی ہمہ اوست کے قائل ہیں اور وہ ہر شے کو خدا مانتے ہیں حالانکہ صوفیاء کا یہ نظریہ قطعاً نہیں ہے۔ مولانا حضرت تھانوی صاحبؒ اپنی کتاب امداد المشتاق (شرح شمائم امدادیہ) لکھتے ہیں۔

ایک آدمی نے (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے) پوچھا کہ ہمہ اوست ولا موجود کے کیا معنی ہیں فرمایا دونوں مترادف ہیں اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے مہندس (انجینیر) نقشہ کسی عمارت کا اپنے ذہن میں خیال کرے اور تصور کرے پس اصل میں وجود تیام عمارت کیا ہوگی بعد میں جو درو دیوار ظاہر ہوں گے وہ پرتو حاضر فی الذہن کے ہوں گے اسی طرح صفات اللہ کے ہیں مثل علم قدرت اور تمام کائنات پرتو انہیں دوصفات کے ہیں تمام مخلوق علم حق تعالیٰ میں تھی اسی کے موافق ظاہر ہوئی پس یہ سب پرتو علم الٰہی ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کے صفات اس کی ذات سے علیحدہ نہیں لامحالہ لاموجود الا للہ و ہمہ اوست ثابت ہے جملہ اول فانی آخر فانی اور درمیان میں جو کچھ ظاہر ہو محض خیال و تصور ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ کشفی ہے میں (حاجی امداداللہ) کہتا ہوں کہ کشفی بھی ہے اور عقلی اور نقلی بھی نہ صرف کشفی۔ (امداد المشتاق ص ۵۴۰)

حضرت مہر علی شاہ کے مکتوبات صفحہ ۱۷۳ پر ایک سوال کے جواب میں ہے ہمہ ابست میں او کا مرجع حق سبحانہ و تعالیٰ من حیث الذات نہیں بلکہ من حیث الظہور رہے: کما صرح به الشیخ الاکبر به مرارا فی الفتوحات حق سبحانه و تعالیٰ کو من حیث الذات غنی عن العالمین اور متعالی عن الخلق مانتے ہیں اور من حیث الظهور ظاهر و متجلی فی المظاهر (مکتوبات ۱۷۳)

حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ صوفیہ علیہ میں سے جو لوگ وحدت وجود کے قائل ہیں اور اشیاء کو عین حق جانتے ہیں اور ہمہ اوست کا حکم کرتے ہیں ان کی یہ مراد نہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں اور تنزیہ تنزل

کر کے تشبیہ بن گئے ہے اور واجب ممکن ہو گیا ہے اور بیچوں چون میں آ گیا ہے کہ یہ سب کفر و الحاد اور گمراہی و زندقہ ہے وہاں نہ اتحاد ہے نہ عینیت نہ تنزل نہ تشبیہ۔

فهو سبحانه الان كما كان فسبحانه من لا يتغير بذاته ولا في صفاته ولا في اسمائه بحدوث الالوان.

اللہ تعالیٰ اب بھی ویسا ہی ہے جیسے کہ پہلے تھا پاک ہے وہ مالک جو موجودات کے حدوث سے ذات و صفات و اسماء میں متغیر نہیں ہوتا۔

حق تعالیٰ اپنی اسی صرافت اطلاق پر ہے وجوب کی بلندی سے امکان کی پستی کی طرف نہیں آیا بلکہ ہمہ اوست کے معنی یہ ہیں کہ اشیا نہیں ہیں اور حق تعالیٰ موجود ہے منصور نے جو انا الحق کہا اس کی مراد یہ نہیں کہ میں حق ہوں اور حق کے ساتھ متحد ہوں کہ یہ کفر ہے اور اس کے قتل کا موجب ہے بلکہ اس کے قول کے یہ معنی ہیں کہ میں نہیں ہون اور حق تعالیٰ موجود ہے حاصل کلام یہ کہ صوفیہ اشیاء کو حق تعالیٰ کے ظہورات جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کے آئینے خیال کرتے ہیں بغیر اس کے ان میں کسی قسم کا تنزل اور تغیر و تبدل ہو جس طرح کسی شخص کا سایہ دراز ہو جائے تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ سایہ اس شخص کے ساتھ متحد ہے اور عینیت کی نسبت رکھتا ہے یا وہ شخص تنزل کر کے ظل کی صورت میں ظاہر ہوا ہے بلکہ یہ شخص اپنی صرافت و اصالت پر ہے اور تنزل و تغیر کی امیز کے بغیر ظل کے وجود میں آیا ہے؟ ہاں بعض اوقات ان لوگوں کی نظر میں جن کو اس شخص سے محبت ہوتی ہے کمال محبت کے باعث سایہ کا وجود مخفی ہو جاتا ہے اور شخص کے بغیر ان کو کچھ مشہور نہیں ہوتا اس وقت اگر یہ کہہ دیں کہ ظل عین شخص ہے یعنی ظل معدوم ہے اور موجود وہی شخص ہے تو ہو سکتا ہے اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ اشیاء صوفیہ کے نزدیک حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں نہ حق تعالیٰ کا عین پس اشیاء حق تعالیٰ سے ہونگے پس ان کے کلام ہمہ اوست کے معنی ہمہ از وست ہونگے جو علماء کرام کے نزدیک مختار ہیں اور در حقیقت علماء کرام اور صوفیہ عظام کے درمیان کوئی نزاع ثابت نہ ہوگی اور دونوں قولوں کا مآل ایک ہی ہوگا۔ (مکتوبات ۵۵۳ دفتر سوم)

نیز شیخ روز بہان بقلی کے کلام کی شرح میں جس میں انہوں نے ہمہ اوست کے قائل کو سینکڑوں

خداؤں کا ماننے والا کافر کہا تو حید وجودی کے دقائق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس فقیر نے ان اطلاقات سے ہمہ اوست کے معنی سمجھے ہیں یہ ہیں کہ تمام متفرقہ حادثہ جزئیات ایک ہی ذات تعالیٰ کا ظہور ہیں جس طرح زید کی صورت بیشمار اور متعدد آئینوں میں منعکس ہو جائے اور وہاں ظہور پیدا کرنے اور ہمہ اوست کہ دیں یعنی یہ تمام صورتیں جنہوں نے بیشمار آئینوں میں نمود وظہور پیدا کیا ہے۔ زید کی ایک ذات کا ظہور ہیں یہاں کونسی جزئیت اور اتحاد ہے اور کونسا حلول وتلون ہے زید کی ذات باوجود ان تمام صورتوں کے اپنی صرافت اور اصلی حالت پر ہی ہے ان صورتوں کا نام ونشان تک بھی نہیں تا کہ اس کے ساتھ جزئیت اور اتحاد اور حلول اور سریان کی نسبت پیدا کریں الان کما کان کا سراس جگہ ڈھونڈھنا چاہیے کیونکہ جس مرتبہ میں حق تعالیٰ ہے وہاں جس ظہور سے پہلے عالم کی گنجائش نہ تھی ظہور کے بعد بھی وہاں عالم کی گنجائش نہیں فلا جرم یکون الان کما کان (پس وہ بالضرور اب بھی ویسا ہی ہے جیسے کہ تھا) عجب معاملہ ہے کہ متقدمین صوفیہ میں سے بہت سے بزرگوار اس توحید آمیز عبارت سے حلول واتحاد سمجھتے ہیں اور اس عبارت کے کہنے والوں کو کافر اور گمراہ کہتے ہیں۔ (دفتر سوم مکتوب ۸۹)

غرض یہ ہے حضرت مجددؒ کے نزدیک ہمہ اوست کے قائل صوفیہ عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول واتحاد سریان ثابت نہیں کرتے بلکہ ظہور وظلیت کے اعتبار سے حمل کرتے ہیں نہ وجود وتحقق کے اعتبار سے اگر چہ ان کی ظاہر عبارت سے اتحاد وجودی کا وہم گزرتا ہے لیکن ان کی یہ مراد ہرگز ہرگز نہیں کیونکہ یہ کفر والحاد ہے اور جب ایک دوسرے پر حمل کرنا باعتبار ظہور کے ہے نہ باعتبار وجود کے تو پھر ہمہ اوست کے معنی ہمہ از وست ہیں کیونکہ شے کا ظل اسی شے سے پیدا ہوتا ہے اگر چہ وہ غلبہ حال میں ہمہ اوست کہتے ہیں لیکن درحقیقت اس عبارت سے ان کی مراد ہمہ از وست ہے۔

نیز حضرت مجدد الف ثانیؒ ارشاد فرماتے ہیں صوفی کہ حکم بہ ہمہ اوست می کند مرادش آن نیست کہ اشیاء باحق متحد اند وتنزیہ وتنزل نمود تشبیہ گشتہ اوست یا واجب ممکن شدہ است یا بے چوں بچوں آمدہ است کہ ہمہ کفر والحاد است وضلالت وزندقہ بلکہ اوست آنست کہ اشیاء نیست اند وموجود اوست تعالیٰ

غایت مافی الباب صوفیا اشیارا ظہور حق میدانند۔ (مکتوبات مجدد مکتوب ۴۴ ج ۲)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ صوفی جو ہمہ اوست کہتا ہے اس سے اس کی مراد یہ نہیں ہے کہ اشیائے کائنات حق کے ساتھ متحد ہیں یا خدا انسان بن گیا ہے یا واجب ممکن ہو گیا یا وہ ذات بیچوں کسی جسم میں حلول کر گئی ہے کیونکہ یہ سب باتیں کفر والحاد اور ضلالت و زندقہ ہیں بلکہ ہمہ اوست سے مراد یہ ہے کہ اشیائے کائنات باعتبار حقیقت یا بذات خویش معدوم ہیں در صرف حق تعالیٰ موجود ہے غایت مافی الباب یہ ہے کہ صوفیا اشیاء کو ظہور حق سمجھتے ہیں نہ کہ عین حق۔ (مکتوبات شریف جلد دوم مکتوب نمبر ۴۴ جلد دوم)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنے مکتوبات گرامی میں فرماتے ہیں:

حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ جو کچھ یہ فقیر ان بزرگوں کے ہمہ اوست کے اطلاقات سے معنی سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام جزئیات متفرقہ جو حادث ہیں یہ سب اس ذات واحد کا ظہور ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس عبارت کا ایک اور معنی بھی ہے جو حلول واتحاد سے بہت دور ہے یعنی تمام اشیاء نیست ہیں موجود تو وہی ذات باری تعالیٰ ہے یعنی تمام چیزوں کا وجود ذات باری تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں نیست کے حکم میں ہے یہ معنی نہیں کہ تمام چیزیں موجود ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں ایسا تو کوئی بے وقوف بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایسے بڑے بڑے بزرگ ایسا کہیں معاذ اللہ۔ (مکتوبات قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۴۱)

اسی طرح دوسرے مقام میں فرماتے ہیں کہ ہمہ اوست بایں معنی نہیں کہتے کہ مثلاً زید بھی خدا ہے اور عمرو بھی خدا ہے نعوذ باللہ اور نہ بایں معنی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کلی طبعی ہے اور ممکنات کے اشخاص اس کے افراد ہیں یہ دو قول تو صریح کفر ہیں۔ (مکتوبات ص ۱۴۰)

تیسرے مقام پر فرماتے ہیں ہمہ اوست کہنا مجاز سے خالی نہیں۔ (مکتوبات ص ۱۴۲)

حضرت مجدد چوتھے مقام پر فرماتے ہیں:

نقلہ جوالہ اور دائرہ کا ذکر فرماتے ہیں اور اپنی تائید میں شیخ اکبر کے اقوال نقل کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ عالم وہی ہے گویا شیخ اکبر کی تصدیق فرماتے ہیں ان اعتراضات کا ذکر کر کے جو شیخ ولی روز

یہاں غلطی نے ہمہ اوست کے قائلین پر کیے ہیں اعتراضات کا رد فرماتے ہیں۔(دفتر سوم کے مکتوب نمبر۵۶)

سکر:

حضرات صوفیاء کرام کو راہ سلوک میں بعض اوقات ایسے حالات بھی پیش آتے ہیں جن میں وہ مغلوب الحال ہوتا ہے ایسی حالت کو سکر کہتے ہیں۔اس میں اس کا اپنا اختیار نہیں ہوتا جیسا کہ خواب دیکھنے والے کو خواب پر اختیار نہیں ہوتا۔ جیسے خواب دیکھنے والا شریعت کے ہاں قابل مواخذہ نہیں ہوتا اسی طرح حالت سکر میں صاحب سکر معذور ہوتا ہے اور قابل مواخذہ نہیں ہوتا اسی طرح حالت سکر میں صاحب سکر معذور ہوتا ہے اور قابل مواخذہ نہیں ہوتا منکرین تصوف صوفیاء کرام کی ان عبارات کو لے کر بھی اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے جو ان کو حالت سکر میں پیش آئیں ہوں۔اس لئے سکر کے بارے میں ذیل میں حضرات صوفیاء کرام کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ سکر کے بارے فرماتے ہیں:

سکر اگرچہ ظلمات کا دریا ہے لیکن آب حیات اسی میں ہے(مکتوبات دفتر سوم ص۵۵۴)

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں اپنی حالت سکر کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس مضمون سے کوئی یہ بمان نہ کرے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے کیونکہ ولایت کلمہ اول کے مناسب ہے اور نبوت دوسرے کلمہ کے مناسب اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ نبوت دونوں کلموں کا ماحصل ہے نبوت کا عروج کلمہ اول سے اور اس کا نزول کلمہ دوم سے تعلق رکھتا ہے پس دونوں کلموں کا مجموعہ مقام نبوت کا حل ہے نہ کہ صرف کلمہ دوم کا حاصل جیسے بعض نے گمان کیا ہے اور کلمہ اولی کو ولایت کے ساتھ مخصوص کیا ہے حالانکہ ایسا بھی نہیں بلکہ دونوں کلمے عروج و نزول کے اعتبار سے مقام ولایت کا بھی حاصل ہیں اور مقام نبوت کا حاصل بھی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مقام ولایت مقام نبوت کا ظل ہے اور ولایت کے کمالات کمالات نبوت کے ظلال ہیں مقام سکر میں جو کچھ کہیں معذور ہیں یہ فقیر بھی سکر کی باتوں میں ان کے ساتھ شریک ہے

اسی واسطے اپنے بعض مکتوبوں میں اول کلمہ کو مقام ولایت کے مناسب اور کلمہ دوم کو مقام نبوت کے موافق لکھا ہے سکر بھی نعمت ہے بشرطیکہ اس سے پھر صحو میں لے آئیں اور کفر طریقت سے نکال کر اسلام حقیقی میں لے جائیں ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا بصدقة حبیبک محمد علیه الصلوة والسلام و یرحم الله عبدا قال امینا (یا اللہ نبی ﷺ کے طفیل تو ہماری بھول چوک پر مواخذہ نہ کر اور اللہ تعالی اس شخص پر رحم کرے جس نے آمین کہا) (مکتوبات ص ۲۳۸ جلد دوم)

(۱) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں وہ جو اثنائے سیر و سلوک میں مشاہدہ کیا جاتا ہے اور سکر کی حالت میں ان کو بیان کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ظاہری معنی مراد لینے اور اس پر اعتقاد کرنا بالاجماع کفر ہے۔ (مکتوبات ص ۱۴۵)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

(۲) اے برادر جان لو! کہ جو کچھ صوفیہ کرام عالم مثال میں دیکھتے ہیں اور عالم سکر میں اس اپنے دیکھے ہوئے اور مشاہدہ کئے ہوئے حال کو بیان کر دیتے ہیں لوگ اس کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں اور اس پر اعتقاد کرتے ہیں یا ایسا کہنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں یہ دونوں غلطی کرتے ہیں۔ (مکتوبات ص ۱۳۲)

اس سلسلہ میں حضرت مجددؒ کا ایک طویل مکتوب نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت فرماتے ہیں:

ان تمام سوالوں کے حق میں مجمل کلام یہ ہے کہ جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے طریقت میں بھی کفر و اسلام ہے جس طرح شریعت میں کفر سراسر شرارت و نقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے طریقت میں بھی کفر سراسر نقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے کفر طریقت مقام جمع سے مراد ہے جو استتار یعنی پوشیدہ ہونے کا محل ہے اس مقام میں حق و باطل کی تمیز مفقود ہوتی ہے کیونکہ اس مقام میں سالک کا مشہود اچھے و برے آئینوں میں وحدت محبت کا جمال ہوتا ہے پس خیر و شر و نقص و کمال کو اس وحدت کے ظلال اور مظاہر کے سوا نہیں پاتا اس لئے انکار کی نظر جو تمیز سے پیدا ہوتی ہے اس کے حق میں معدوم ہے جس کے باعث سب کے ساتھ مقام صلح میں ہے اور سب کو راہ راست پر

معلوم کرتا ہے اوراس آیت کے مضمون کے مطابق گیت گاتا ہے۔ وما من دابة الا هو اخذ بناصيتها ان ربي على صراط مستقيم (کوئی جانور روئے زمین پر چلنے والا نہیں ہے جس کو اس نے پیشانی سے پکڑا ہوا نہیں بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ہے) کبھی مظہر کو عین ظاہر جان کر خلق کو عین حق خیال کرتا ہے اور مربوب کو عین رب جانتا ہے اس قسم کے سب پھول مرتبہ ہی سے کھلتے ہیں۔ منصور اسی مقام پر کہتا ہے۔

کفرت بدین الله و الکفر واجب لدی و عند المسلمین قبیح

ہوا کافر میں دین حق سے مجھ کو کفر بہتر ہے اگرچہ سب مسلمانوں کے ہاں وہ کفر بدتر ہے

یہ کفر طریقت کفر شریعت کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے لیکن شریعت کا کافر مردود اور عذاب کا مستحق ہے اور کافر طریقت مقبول اور اعلیٰ درجات کے لائق ہے کیونکہ یہ کفر واستتار محبوب حقیقی کے غلبہ محبت سے پیدا ہوا جس کے باعث محبوب حقیقی کے سواسب کچھ فراموش ہو جاتا ہے اس لئے مقبول ہے اور وہ کفر چونکہ تمرد یعنی سرکشی اور جہل کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے اس لئے مردود ہے اور اسلام طریقت مقام فرق بعد الجمع سے مراد ہے جو تمیز کا مقام ہے جہاں حق باطل سے اور خیر شر سے متمیز ہے اس اسلام طریقت کو اسلام شریعت کیساتھ بڑی مناسبت ہے جب اسلام شریعت کمال تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو اسلام طریقت کے ساتھ اتحاد کی نسبت پیدا ہو جاتی ہے بلکہ ہر دو اسلام اسلام شریعت ہیں اس کے درمیان فرق ظاہر شریعت اور باطن شریعت اور صورت شریعت اور حقیقت شریعت کا ہے کفر طریقت کا مرتبہ صورت شریعت کے اسلام سے بلند تر ہے اگرچہ حقیقت شریعت کے اسلام کی نسبت کمتر ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں ہے بہت اونچا زمیں سے اے جواں

مشائخ قدس اسرارہم سے جنہوں نے شطحیات نکالی ہیں اور مخالف شریعت باتیں کہی ہیں سب کفر طریقت کے مقام میں رہے جو سکر و بے تمیزی کا مقام ہے لیکن وہ بزرگ جو حقیقی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں اس قسم کی باتوں سے پاک وصاف ہیں اور ظاہر و باطن میں انبیاء علیہم

الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرتے ہیں اور انہی کے تابع رہتے ہیں پس جو شخص کلام شطحیات کرتا ہے اور سب کے ساتھ صلح رکھتا ہے اور سب کو راہ راست پر خیال کرتا ہے اور حق و خلق کے درمیان تمیز نہیں کرتا اور دوئی کے وجود کا قائل نہیں ہوتا اگر ایسا شخص مقام جمع تک پہنچ چکا ہے اور کفر طریقت سے متحقق ہو چکا ہے اور ماسوی کا نسیان حاصل کر چکا ہے تو وہ مقبول ہے اور اس کی باتیں جو سکر سے پیدا ہیں ظاہر کی طرف سے پھری ہوئی ہیں اور اگر وہ شخص اس حال کے حاصل ہونے اور درجہ کمال اول تک پہنچنے کے بغیر اس قسم کی کلام کرتا ہے اور سب کو حق اور صراط مستقیم پر جانتا ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا تو ایسا شخص زندیق و ملحد ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ شریعت باطل ہو جائے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو رحمت عالمیان ہیں ان کی دعوت رفع ہو جائے پس اس قسم کے خلاف شریعت کلمات سچے سے بھی صادر ہوتے ہیں اور جھوٹے سے بھی سچے کے لئے آب حیات ہیں اور جھوٹے کے لئے زہر قاتل جس طرح دریائے نیل کا پانی بنی اسرائیل کے حق میں آب خوشگوار تھا اور قبطی کے حق میں خون۔

اس مقام پر اکثر سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں بہت سے مسلمان ارباب سکر کی باتوں کی تقلید کر کے راہ راست سے ہٹ کر گمراہی اور خسارہ میں جا پڑے ہیں اور اپنے دین کو برباد کر بیٹھے ہیں یہ نہیں جانتے کہ اس قسم کی باتوں کا قبول ہونا چند شرائط پر مشروط ہے جو ارباب سکر میں موجود ہیں اور ان میں مفقود ان شرائط میں سے اعلیٰ شرط ماسوا اللہ کا نسیان ہے جو اس قبولیت کی دہلیز ہے سچے اور جھوٹے کے درمیان شریعت کی استقامت اور عدم استقامت سے فرق ظاہر ہو سکتا ہے یعنی جو سچا ہے وہ باوجود سکر و مستی کے اور بے تمیزی کے بال بھر بھی شریعت کے برخلاف نہیں کرتا منصور باوجود قول انا الحق کے قید خانہ میں زنجیروں کے ساتھ جکڑا ہوا ہر رات پانچ سو رکعت نماز نفل ادا کرتا تھا اور وہ کھانا جو اس کو ظالموں کے ہاتھ سے ملتا تھا نہیں کھاتا تھا۔ (مکتوبات ۲۸۸، ۲۹۰ جلد دوم)

حضرت مجددؒ کے نزدیک وہ بقا جو جذبہ کی جہت سے ہو خواہ کسی قسم کا جذبہ ہو سکر سے نہیں نکالتا کیونکہ جذبہ میں غلبہ محبت ہوتا ہے اور غلبہ محبت کو سکر لازم ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک وحدت الوجود کا قائل ہونا غلبہ محبت کے سبب ہے کیونکہ محب کی نظر میں غلبہ محبت سے سوائے محبوب کے اور

کوئی شے باقی نہیں رہتی۔ اور وہ ماسوائے محبوب کے سب کی نفی کا حکم دیتا ہے اگر سکر محبت میں نہ ہوتا تو اس کے لئے محبوب کا دیدار ماسواہ کے شہود سے مانع نہ ہوتا اور وہ وحدۃ وجود کا حکم نہ کرتا حضرت مجدد کے نزدیک وہ بقا جو فنائے مطلق کے بعد ہے اور سلوک کا نہایت ہے اس کا منشاء اور مبداء صحو و معرفت ہے۔ سکر کو اس مقام میں کچھ دخل نہیں اب ہم حضرت مجددؒ کے اس طویل مکتوب نمبر ۲۹۱ کی طرف آتے ہیں جس میں انہوں نے توحید وجودی اور توحید شہودی کے مراتب اور ان کے متعلقہ معارف بیان کئے ہیں ابتدائے مکتوب میں حضرت مجددؒ بتاتے ہیں کہ توحید وجودی کا باعث یا تو مراقبوں کی کثرت مشق ہوتا ہے۔ یا غلبہ محبت پہلی صورت میں جو شخص کلمہ طیبہ کا معنی لا موجود الا اللہ سمجھتا ہے معنی توحید کی کثرت مشق سے اس معرفت کا نقش اس کے قوت مخیلہ میں بندھ جاتا ہے اور اس قسم کی توحید تامل و تخیل کے بعد سلطان خیال کے غلبہ کے باعث ظاہر ہوتی ہے۔ مجددؒ کے نزدیک چونکہ یہ توحید صاحب توحید کی موضوعہ و مفروضہ ہوتی ہے اس لئے معلول ہے اور اس کا حامل ارباب حال میں سے نہیں کیونکہ ارباب حال ارباب قلوب ہوتے ہیں اور اس توحید کے حامل کو اپنے مقام قلب کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف علم ہی علم ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کے لئے توحید وجودی کا منشاء جذبہ قلبی اور محبت ہوتی ہے پہلے وہ اذکار و مراقبات میں مشغول رہتے ہیں اور پھر اپنی کوشش یا صرف سابقہ عنایت سے مقام قلب تک پہنچ جاتے ہیں اور جذب پیدا کرتے ہیں اس مقام پر اگر ان پر توحید وجودی ظاہر ہو جائے تو اس کا سبب محبت محبوب کا غلبہ ہوگا جس نے محبوب کے ماسوا کو ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا اور چونکہ وہ محبوب کے ماسوا کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی پاتے ہیں اس لئے محبوب کے سوا کسی کو موجود نہیں جانتے اور اگر اس قسم کے ارباب قلوب کو اس مقام سے عالم کی طرف لے جائیں تو اپنے محبوب کو ذرات عالم میں سے ہر ذرہ میں مشاہدہ کرتے ہیں اور موجودات کو اپنے محبوب کے حسن و جمال کے آئینے اور مظہر سمجھتے ہیں اور اگر محض فضل ربانیس ے مقام قلب سے نکل کر مقلب الاقلوب کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوں تو یہ توحیدی معرفت جو مقام قلب میں پیدا ہوئی تھی زائل ہونے لگتی ہے اور جوں جوں معارج عروج میں ترقی کرتے جاتے ہیں توں توں اپنے آپ کو اس معرفت کے ساتھ زیادہ نامناسب پاتے جاتے ہیں

حتی کہ ان میں سے بعض اس معرفت والوں کے طعن و انکار تک پہنچ جاتے ہیں۔ (مکتوبات ص ۶۵ ج ۱)

شیخ مجددؒ ان معرفت توحیدی والوں کے متعلق اپنی رائے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ان سطور کا کاتب اس معرفت والوں کے انکار سے کنارہ کرتا ہے اور ان کے طعن سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے انکار و طعن کی مجال تب ہوتی جبکہ اس حال والوں کا اس حال کے ظہور میں اپنا قصد و اختیار ہو جب ان کے ارادے کے بغیر ان سے یہ معنی ظاہر ہو رہے ہیں تو یہ اس حال میں مغلوب ہیں اس لئے معذور ہیں اور بیچارے معذور پر طعن کی کیا مجال لیکن اس قدر جانتا ہے کہ اس معرفت کے اوپر ایک اور معرفت ہے اور اس حال کے ماسوا اور حالت ہے اس مقام کے محبوس بہت سے کمالات سے رکے ہوئے ہیں اور بے شمار مقامات سے محروم ہیں۔ (مکتوبات ۶۵ ج ۱)

توحید وجودی کے ماننے والوں کے دو گروہوں کا ذکر کرنے کے بعد حضرت شیخ مجددؒ نے ایک تیسرے گروہ کا تعارف کرایا ہے جس کا مقام پہلے دونوں سے ارفع ہے اسی مکتوب نمبر ۲۹۱ میں فرماتے ہیں ارباب توحید میں ایک گروہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مشہود میں استہلاک و اضمحلال یعنی فنا و استغراق کامل طور پر پیدا کر لیتے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ اپنے مشہود میں مضمحل و معدوم رہیں اور ان کے وجود کے لوازم سے کوئی اثر ظاہر نہ ہو یہ لوگ انا کے رجوع کو اپنے اوپر کفر جانتے ہیں اور نہایت کار ان کے نزدیک فنا و نیستی ہے مشاہدہ کو بھی گرفتاری جانتے ہیں ان میں سے بعض اس طرح فرماتے ہیں کہ اشتھی عدما مالا اعود ابدا میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ ہرگز جس کا وجود نہ ہو یہی لوگ محبت کے مقتول ہیں اور حدیث قدسی من قتلته فانا دیته (جس کو میں قتل کروں میں ہی اس کا خوں بہا ہوں) انہی کی شان میں ثابت ہے ہمیشہ وجود کے زیر بار رہتے ہیں اور ایک لمحہ آرام نہیں پاتے کیونکہ آرام غفلت میں ہوتا ہے اور دوام استغراق کے ہوتے ہوئے غفلت کی گنجائش نہیں ہوتی۔ (ایضاً: ۶۶ ج ۱)

حلول:

تمہید: موجودہ غیر مقلدین کو حلول و ظہور کا فرق تک معلوم نہیں یہ بار بار اولیاء اللہ پر بہتان

باندھتے ہیں کہ وہ حضرات حلول کے قائل ہیں حالانکہ وہ طوگ حلول کے قول کو کفر قرار دیتے ہیں۔
خود شیخ اکبرؒ کا فرمان ہے اما القول بالحلول فھو من مقالاۃ اھل الکفر و الجھول۔ اب اس فرق کو ذہن نشین کریں حلول تو یہ ہے کہ جیسے چینی کو پانی میں حل کر دیا جائے تو چینی کا اپنا وجود بھی ختم ہو گیا اور اس پانی کا نام بھی بدل کر شربت ہو گیا اور ظہور یہ ہے کہ جیسے پانی کے پیالے میں سورج ظاہر ہوتا ہے اپ کی شکل آئینے میں ظاہر ہوتی ہے نہ سورج پگھل کر اپنا وجود ختم کرتا ہے نہ آپ کا وجود ختم ہوتا ہے اسی طرح یہ دنیا عالم اسباب ہے اور رب تعالیٰ وتقدس مسبب الاسباب ہیں عام طور پر ہم فعل کی نسبت اس بات کی طرف کرتے ہیں کہ فلاں گاڑی کے نیچے آ کر کچلا گیا اور مر گیا، فلاں کو ہیضہ ہوا اور وہ مر گیا، فلاں بادشاہ بنا اور اس کو عزت ملی، فلاں چوری میں پکڑا گیا اور ذلیل ہوا، فلاں پیاسا تڑپ رہا تھا اسے پانی مل گیا اس کی زندگی بچ گئی۔ یہی اسباب عوام کے مشاہدہ میں ہیں اس لئے عوام اس کے ہی مکلف ہیں لیکن اگر خواص میں کوئی اس مقام پر پہنچ جائے کہ ان تعبداللہ کانک تراہ اور وہ صاحب مشاہدہ ہو جائے اور اسے ان اسباب کے پیچھے صفات باری تعالیٰ کا ظہور مشاہد ہو اور کہے کہ تیری نظر تو یہاں تک وہی کہ ٹرک نے اس کو کچل ڈالا اور یہ مر گیا اور ٹرک اس کی موت کا سبب بنا لیکن مجھے کشف ومجاہدہ میں یہ نظر آیا کہ اس ٹرک کو سبب بنانے کے لئے مسبب الاسباب کی صفت ممیت ظہور فرما تھی۔ پیاسے کے لئے سبب حیات اگر چہ پانی بنا مگر اس سبب کے پیچھے خدا تعالیٰ کی تجلی المحی کا ظہور مجھے مکشوف ہوا ہے، اگر چہ فلاں کی عزت کا سبب بادشاہت بنی اور فلاں کی ذلت کا سبب چوری بنی مگر ان اسباب کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی صفات المعز اور المذل کا ظہور ہم نے حالت کشفی میں دیکھا ہے۔

اب وہ نہ عوام کو مجبور کریں کہ تم ہمارے کشوف کو مانو، ہاں! ان کشوف سے وہ یہ نتیجہ نکالیں کہ کائنات میں صفات الٰہی کے ظہور کی کارفرمائی ہے۔ اب ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ اپنا ہر کشف قرآن وحدیث میں دکھاؤ یہ ایسا ہی جاہلانہ مطالبہ ہے تم اپنا ہر ہر خواب قرآن وحدیث میں دکھاؤ یہ تو یہ ایک احسان کا مرتبہ ہے جیسے حدیث جبرئیل میں دین کا شعبہ قرار دیا گیا ہے اور قرآن پاک میں جگہ جگہ محسنین کے فضائل مذکور ہیں۔ قرآن کی کوئی آیت اس کو کفر قرار نہیں دیتی۔

غیر مقلدین چونکہ اس مقام سے نا آشنا ہیں اور مشہور محاورہ ہے الناس اعداء لما جھلوا اولیاء سے جہالت نے ہی ان کو عداوت اولیاء پر ابھارا ہے اور ان ظاہر بینوں کا اور خوف خدا سے عاری لوگوں اور حساب روز جزا سے بے باق لوگوں کا حدیث قدسی من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب پر ہر گز ایمان نہیں ورنہ یہ اولیاء اللہ کی عداوت مول لے کر ذات ذوالجلال سے لڑائی پر آمادہ نہ ہوتے۔

آہ! ان کم بختوں اور وقت کے جاہلوں نے اپنی تلبیسات و وساوس سے کتنے صاف دلوں کو اولیاء اللہ کی عداوت پر آمادہ کر کے اپنے ضال اور مضل ہونے کی تکمیل کر لی۔ حالانکہ اولیاء اللہ کے ہاں نہ حلول ثابت ہے اور نہ اتحاد اور نہ ہی عینیت اس معنی میں جو معنی کفر ہے۔ آنے والے حوالہ جات حلول کی نفی پر پیش کئے جاتے ہیں۔

لوہے اور آگ کی مثال:

سکر کی حالت کو سمجھانے کے لئے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عبارت بہت عمدہ ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"جب توفیق رہبری کرتی ہے اور اس سرمست ابتہاج و مشاہدہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچتی ہے تو مقام فناء اور بقا پردہ خفا سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس اجمال کا بیان یہ ہے کہ جس طرح لوہے کا ٹکڑا آگ میں ڈالتے ہیں اور آگ کے شعلے ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں بلکہ آگ کے لطیف اجزاء اس کے جوہر میں مداخلت کرتے ہیں اور اس کی شکل و رنگ کو اپنے ہم رنگ بنا لیتے ہیں اور حرارت و احراق (جلانا) جو کہ آگ کے خواص ہیں اس کو بخش دیتے ہیں، یقیناً وہ لوہے کا ٹکڑا منجملہ آگ کے انگاروں میں سے شمار کیا جائے گا۔ نہ اس طرح کہ لوہا اپنی حقیقت بدل گیا ہے اور محض آگ بن گیا ہے، کیونکہ ایسا تو بدیہی البطلان ہے، بلکہ یہ لوہے کا ٹکڑا خود لوہا ہے، لیکن بسبب شعلہائے نار کے لشکروں کے ہجوم کے، جس کی وجہ سے آگ کے لطیف اجزا لوہے کے اندر داخل ہو گئے ہیں اور لوہے نے اپنے لوہے پن سے فرار کی راہ اختیار کر لی ہے اور گوشہ گمنامی میں جا پڑا ہے اور وہ تمام آثار و احکام جو آگ پر مترتب ہوتے ہیں، جس نے اس لوہے کے ٹکڑے کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس آگ نے اس کو اپنی سواری بنایا ہے اور اپنا تخت سلطنت اس کو قرار دیا ہے تو ان آثار و احکام کو اس ٹکڑے کی طرف

نسبت دے سکتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں "وما فعلته عن امری" کہ میں نے یہ اپنے اختیار وارادہ سے نہیں کیا تصریح "اور" فاراد ربک" (پس ارادہ کیا تیرے رب نے) میں اشارہ اس قصر کی طرف موجود ہے اگر اس لوہے کے ٹکڑے کو اس حالت میں مجال گفتگو ہوتی تو یقیناً وہ سوز یان سے آگ کے ساتھ اپنی عینیت اور اتحاد کی آوازیں بلند کرتا اور آسمان تک اس کا غلغلہ ہوتا اور گھڑی بھر از خود رفتہ ہوکر اور اپنی حقیقت سے غافل ہوکر یہ کلام کرتا کہ میں آتش سوزاں کا اخگر ہوں اور میں وہی ہوں کہ تانبائیوں اور لوہاروں اور سناروں بلکہ تمام ارباب صنعت (جن کو آگ سے واسطہ پڑتا ہے) کا کاروبار مجھ سے ہی متعلق ہے۔ اسی طرح جب جذب وکشش کی رحمانی امواج اس طالب کے نفس کامل کو احدیت کے سمندروں کی موجوں کی گہرائیوں میں کھینچتی ہیں تو وہ زمزمہ سرائے "انا الحق" اور "لیس فی جبتی سوی اللہ" ہوتا ہے۔ (ملفوظات ص ۹۸،۹۹)

رئیس المفسرین حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی لکھتے ہیں:

جب کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ سلوک وتصوف کے مراتب طے کرنے کے لئے کوشاں ہو اور اس پر حال کا غلبہ ہو اور وہ اپنی وہمی انانیت کو فنا کر دے اور اس کا اپنا تقرر محو ہو جائے تو اس وقت حق تعالیٰ کی ہستی اور اس کا وجود اقدس اس کے نزدیک ثابت ہوگا اور ہر چیز اس کو جو ماسوی اللہ ہے فانی زائل اور بے حقیقت نظر آئے گی۔

کل شئی ما خلا اللہ باطل.

اور یہ بات بجز اتباع شریعت وطریقت ممکن نہیں بزرگان دین کے نزدیک قرب فرائض کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بندہ تمام موجودات کے شعور سے حتی کہ اپنے شعور سے بھی فناء ہو جائے تو پھر اس پر وجود حق کا انکشاف وادراک وہ گا یہ قرب فرائض کا ثمرہ ہے اور قرب نوافل کا مفہوم صفات بشریت کا زوال اور حق تعالیٰ کی صفات کی جلوہ گری اس پر ہونے لگے تو ایسے موقع پر ممکن ہے کہ ایسا شخص کان کی بجائے سارے جسم سے سننے لگے اور آنکھ کے بجائے سارے جسم سے دیکھنے لگ جائے انسانی صفات کا فنا اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی جلوہ گری یہ قرب نوافل کا ثمرہ ہے۔

عالم کے تین مواطن مانے جاتے ہیں ایک تعین اول اس کو شیون سے مسمی کیا جاتا ہے اور دوسرا تعین

ثانی اس کو اعیان ثابتہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور تیسرا التعین فی الخارج اس کو اعیان خارجہ سے مسمی کیا جاتا ہے جہاں تک اعیان ثابتہ کا تعلق ہے تو اس کے بارہ میں بزرگان دین کہتے ہیں کہ الاعیان الثابتة ما شمت والحة الوجود کہ اعیان ثابتہ کا خارج کے اعتبار سے کوئی وجود نہیں ہوتا تو وہ صرف صفات وغیرہ کے مرتبہ میں ہوتے ہیں ہر چیز کا ادراک محض وجود کی وجہ سے ہوتا ہے عالم کہ یہ بزرگ بجمیع اجزاء و مجموعہ اعراض کہتے ہیں ان کا معروض وجود ہے اور یہ وجود تمام موجودات میں جاری و ساری ہے لیکن یہ سریان اتحاد اور حلول کے بغیر ہے چنانچہ امام عبدالکریم جیلی اپنی کتاب انسان کامل ص ۳ میں لکھتے ہیں۔

الموجود بکماله من غیر حلول فی کل ذرة .

وہ ذات اقدس ہر ہر ذرہ میں اپنے پورے کمال کے ساتھ موجود ہے لیکن حلول کے بغیر

حضرت خواجہ ابوسعید مخزومی لکھتے ہیں:

وان ذلک الوجود لیس بحال فی الموجودات ولا متحد بها لان الحلول والاتحاد لا بدلهما من الموجودین حتی یحل احدهما فی الاخر یتحداحدهما بالاخر بالوجود لا تعدد له اصلا و انما التعدد فی الصفات علی مایشهد به ذوق العارفین و وجدانهم و ان العبدیة والتکالیف و الراحة و العذاب والآلام کلها راجعة الی التعینات.(تحفہ مرسلہ مع شرح ص ۷۷)

ترجمہ: اور بے شک یہ بات ہے کہ وجود موجودات میں حلول کرنے والا نہیں اور نہ وہ ان موجودات کے ساتھ متحد اس لئے کہ حلول اور اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ دو موجود ہوں تاکہ ایک موجود دوسرے کے ساتھ متحد ہو اور حال یہ ہے کہ وجود تو صرف ایک ہی ہے اس میں کسی قسم کا تعدد بالکل نہیں کیونکہ تعدد صفات کے اندر ہے وجود میں نہیں جیسا کہ عارفین کا ذوق اور ان کا وجدان اس کی شہادت دیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ عبودیت اور تکالیف راحت اور عذاب اور تمام آلام یہ سب تعینات کی طرف راجع ہیں۔(ان کا مرتبہ بعد میں ہے۔)

حضرت امام شاہ ولی اللہ صوفیاء اور اہل تصوف کے سلسلہ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی کا دور جب آیا تو انہوں نے تصوف وسلوک کو سنت کے طریقہ پر مرتب کیا اس

کی تہذیب کی اور اس کو مخلص کیا پس حضرت جنید کا طریقہ خیر محض ہے اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ میں برکت ڈالی ہے اور اس طریقہ پر بے شمار مخلوق کو جمع کر دیا پھر ان کے بعد صوفیہ دوسری رسومات میں پڑ گئے مثلاً صوف کا لباس پہننا اور لوگوں کے سامنے اس فن کی باتیں اور کلام کرنا اور گانے اور قوالیاں وغیرہ سننا ایک مدت تک یہ طریقہ جاری رہا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کی تجدید حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر کے ذریعہ فرمائی اور اس طرح حضرت شیخ ابن عربی کے ذریعہ تجدید کرائی اور ان پر اللہ تعالیٰ نے علوم و معارف کے لئے حد و بے شمار دروازے کھول دئے۔ چنانچہ شیخ ابن عربی علوم و معارف اور کشفیات کے بحر ذخار تھے اور وحدۃ الوجود کے امام تھے اور اس طریقہ کی تشریح و تفسیر کرنے میں حد کمال تک پہنچے ہوئے تھے صوفیاء کرام میں ان کی نظیر نہیں ملتی لیکن شریعت و طریقت کی تمام حدود کی صحیح حفاظت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے تھے ان کے کلام میں اشتباہ و اغلاق بھی کافی واقع ہوا ہے لیکن وہ بہر حال ایک کامل ولی اللہ تھے اس کے بعد امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ:

ثم نبتت فرقة خبيثة وهي الفرقة التي تزعم ان الله عين العالم و اعالم عين الله وانه ليس هناك حساب ولا عذاب و الذى هو متحقق عندنا ان الحكم بان الله تعالىٰ فرد واحد موجود يرضى و يسخط يعفو و يواخذ واجب يقتضيه جبلة الانسان و فطرته فمن قصر فى هذه العقيده فهو زنديق كافر. (تفہیمات الٰہیہ ج۱ص۲۰۶)

ترجمہ: اس کے بعد ایسا خبیث فرقہ پیدا ہوا جو یہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ عالم کا عین ہے اور عالم بھی اللہ تعالیٰ کا عین ہے (یہ حلولی اور اتحادی فرقہ ہے) اور یہ کہ کوئی حساب کتاب نہیں اور نہ ہی کوئی عذاب و مواخذہ ہے حالانکہ یہ بات ہمارے نزدیک قطعی طور پر محقق اور ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک فرد واحد یعنی یگانہ و یکتا اور موجود ہے جو مخلوق سے راضی ہوتا ہے اور ناراض بھی ہوتا ہے معاف کرتا ہے اور مواخذہ بھی کرتا ہے یہ حکم واعتقاد واجب ہے جس کو انسان کی جبلت اور فطرت چاہتی ہے جو شخص اس عقیدہ میں کوتاہی کرے گا تو وہ زندیق اور کافر ہوگا۔

شیخ ابوالحسن داہری کی تحقیق:

شیخ ابوالحسن داہری صاحب کچکول نامہ اپنی کتاب ینابیع الحیات الابدیہ میں فرماتے ہیں کہ اے طالب صادق جان لو! کہ وہ لوگ (اللہ ان پر راضی ہو) کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے یعنی ایک ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ہستی ہے اور تمام موجودات کی ہستی اسی حق تعالیٰ کی ہستی ہے بعینہ بے کم وکیف لیکن جب وحدت وجود کا اطلاق کرتے ہیں تو بایں معنی نہیں کہتے کہ تمام موجودات الہیہ متعددہ ہیں یہ تو شرک ہے کھلا اور نہ یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ اشیاء میں حلول کر گیا ہے یہ مذہب حلولیوں کا ہے، اور نہ یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے ساتھ متحد ہو گیا ہے کہ کیونکہ یہ چیز تو ترکیب سے ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و برتر ہے بلکہ بایں معنی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں اور تمام موجود (ہست) اسی کی ہستی ہے لیکن یہ فرق ملحوظ رکھتے ہیں کہ مراتب کی رعایت کرتے ہیں کہ ہستی کو من حیث صرافت حقیقت حق تعالیٰ کہتے ہیں اور من حیث تعینات حقائق عالم کہتے ہیں۔ (حاشیہ کچکول نامہ ص ۴۲)

مولانا اشرف علی تھانویؒ شیخ اکبرؒ پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ان اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ معترض یہ دعویٰ کرتا ہے کہ شیخ اپنی کتابوں میں بار بار یہ کہتے ہیں کہ لا موجود الا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں (اور اس سے شرائع کا ابطال لازم آتا ہے کیونکہ سب احکام فرع وجود ہی کے ہیں جب وجود نہیں تو احکام کہاں)

جواب: شیخ نے اپنے عقیدہ صغریٰ میں جس سے فتوحات مکیہ کو شروع کیا ہے فرمایا کہ حق جل شانہ بذاتہ موجود ہے کسی موجد کی طرف اس کو احتیاج نہیں بلکہ تمام موجودات اپنے وجود میں اسی کے محتاج ہیں پس تمام عالم اس کے واسطہ سے موجود ہے اور وہ بذاتہ موجود ہے (اس قول میں تصریح ہے کہ ماسوی اللہ بھی وجود کے ساتھ متصف اور موجود ہے معلوم ہوا کہ لا موجود الا اللہ کے وہ معنی نہیں جو ظاہرا مفہوم ہوتے ہیں بلکہ دوسرے معنی مراد ہیں جو عنقریب مذکور ہوتے ہیں اور شیخ نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے متعلق کہ عرب کے اقوال میں سب سے سچا شعر یہ ہے۔

کہ یاد رکھو سب ماسوی اللہ باطل ہے یہ فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ موجودات اگرچہ (اس قول میں) باطل (غیر ثابت) کے ساتھ موصوف کئے گئے ہیں تاہم وہ وجود کے اعتبار سے حق (یعنی ثابت)

بھی ہیں لیکن (غیر ثابت قرار دینے کی وجہ یہ ہے) کہ صاحب مقام پر جب مقام کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ تمام ماسوی اللہ کو باطل دیکھتا ہے کہ اس کا وجود خود اس حیثیت سے اس کی ذات سے نہیں ہے بلکہ (غیر سے مستفاد ہے) اس لئے وہ حکم عدم میں ہے (پس وہ حقیقۃً موجود ہے اور حکماً معدوم ہے) اور یہ بھی منجملہ ان وجود کے ہے جن سے حق تعالیٰ اپنے موجود ہونے کے اعتبار سے وجود خلق سے ممتاز ہے۔ (التنبیہ الطربی فی التنزیہ ابن عربی مطبوعہ اشرف المطابع ۴۵، ۴۶)

(نوٹ) حضرت تھانوی اور ابن عربی نے جس شعر کا ذکر کیا ہے لبید بن ربیعہ العامری کا شعر مراد ہے جو کہ زمانہ جاہلیت کے شاعر تھے اس کے شعر کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے وہ لبید کا یہ قول ہے۔

الا کل شی ما خلا اللہ باطل وکل نعیم لا محالۃ زائل

یہ حدیث امام بخاری نے تین جگہ بیان کی ہے باب الجاہلیہ میں ابوہریرہ سے کتاب الادب میں ابن بشار سے اور باب الرقاق (بخاری ص ۹۲۰) میں محمد بن مثنی سے اسی طرح امام مسلم نے محمد بن الصباح اور دوسری جماعت سے اس حدیث کو روایت کیا ہے امام ترمذی نے باب الاستیذان میں علی ابن حجر سے شمائل میں محمد بن بشار سے روایت کیا ہے ابن ماجہ نے باب الادب میں محمد بن الصباح سے اسے روایت کیا ہے۔

امام شعرانیؒ نے اعتراض مذکور کے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ اگر اس قول لا موجود الا اللہ کی نقل ان سے ثابت ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بجز حق تعالیٰ کے کوئی موجود بالذات نہیں ہے اور اس کے سوا سب موجود بالغیر ہیں جیسا کہ اس طرف یہ حدیث مشیر ہے الا کل شی ما خلا اللہ باطل سو جب حدیث میں بھی ماسوی اللہ کو باطل فرمایا ہے تو شیخ ہی نے اس سے زیادہ کیا کہہ دیا جس پر اعتراض کیا جاوے بس حدیث میں جو معنی ہیں غیر ثابت کے وہی معنی کلام شیخ میں ہیں غیر موجود کے یعنی غیر ثابت بالذات وغیر موجود بالذات جس شخص کی حقیقت ایسی ہو (کہ اس کا وجود بالذات نہ ہو) سو وہ عدم سے زیادہ قریب ہوگا کیونکہ وہ ایسا وجود ہوگا جس سے سابق بھی عدم ہوگا اور خود حالت وجود میں بھی وجود وعدم کے درمیان دائر ہوگا کسی ایک جانب کے لئے خالص نہ ہوگا

(ہر آن میں احتمال رہے گا کہ شاید اس وقت ہی عدم طاری ہو جاوے) پس اگر ثابت بھی ہو جاوے کہ شیخ نے یہ قول کہا ہے لاموجود الا اللہ ایسی حالت میں کہا ہوگا جبکہ ان کی نظر میں سب کائنات مضمحل ہو گئی ہوگی جبکہ انہوں نے اپنے قلب سے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہوگا جیسا کہ ابو القاسم جنیدؒ کا قول ہے کہ جو حق کا مشاہدہ کرے گا اس کو خلق نظر نہ آوے گی اور حضرت جنیدؒ باتفاق قوم اہل تمکین سے ہیں اور شیخ سے مبرا ہیں ان کا قول بھی شیخ ہی کی مثل ثابت ہے۔ (التنبیہ الطربی ص ۴۶)

امام شعرانیؒ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

اور آ شیخ ابن العربی کا کلام جس قدر لوگوں کی سمجھ میں نہیں ایا اور سبب اس کلام کا بلند پایہ ہونا ہے اور جس قدر ان کا کلام ظاہر شریعت اور طرق جمہور کے خلاف ہے وہ ان کے کلام میں خارج سے داخل کیا گیا ہے چنانچہ شیخ ابو الطاہر مغربی نزیل مکہ نے مجھ سے اول یہ بیان کیا پھر اس کے بعد میرے دکھلانے کے لئے فتوحات کا وہ نسخہ نکالا جس کو حضرت شیخ کے اس نسخہ سے مقابلہ کیا تھا جو شیخ کے خاص قلم کا لکھا ہوا شہر قونیہ میں تھا سو میں نے اس نسخہ میں ان عبارتوں میں سے کوئی عبارت نہیں دیکھی جن میں مجھ کو تردد تھا اور فتوحات کے اختصار کے وقت میں نے ان کو حذف کر دیا تھا۔ (التنبیہ الطربی ص ۴۸)

شیخ الاسلام مخزومیؒ فرماتے ہیں کہ میں جب قاہرہ میں پہنچا جس سال ہمارے شیخ سراج الدین بلقینیؒ کی وفات ہوئی اور یہ واقعہ سنہ آٹھ سو چار میں ہوا میں نے ان سے اس امر کا تذکرہ کیا جو شیخ محی الدین کے حق میں بعض اہل شام سے سنا تھا کہ وہ حلول واتحاد کے قائل ہیں شیخ نے فرمایا معاذ اللہ اور ان کی شان اس سے بالکل ارفع ہے وہ تو اعظم آئمہ سے ہیں اور ان لوگوں سے ہیں جو کتاب وسنت کے دریاؤں میں شناوری کئے ہوئے ہیں (تو ایسا شخص کہیں ایسے امر کا قائل ہو سکتا ہے)۔ (التنبیہ الطربی ص ۴۹)

امام شعرانیؒ نے تیسرے مقام پر اس کو نقل کر کے فرمایا:

پس جھوٹا ہے جس شخص نے شیخ پر افتراء کیا ہے کہ وہ حلول واتحاد کے قائل ہیں آخر میں فرمایا غالبا

منکرین نے مسئلہ مظہریت کو غلط سمجھ کر حلول میں داخل کیا ہے حالانکہ اس کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ (التنبیہ الطربی ص ۵۰)

اس الزام کی تردید میں مولانا تھانویؒ نے فتوحات مکیہ کی عبارت پیش کی ہے فرماتے ہیں شیخ کے عقیدہ صغریٰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ اس میں حوادث حلول کرے اور شجرہ الکون میں فرمایا کہ وہ فرد ہے صمد ہے نہ کسی شے کے اندر ہے نہ کسی شے کے ساتھ قائمہ ہے نہ کسی شے کا محتاج ہے نہ وہ ہیکل ہے نہ شبیہ ہے نہ صورت ہے نہ جسم ہے نہ حیز والا نہ ذی کیفیت ہے نہ مرکب ہے اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع بصیر ہے اس میں حلول واتحاد کی نہایت اہتمام کے ساتھ نفی ہے اور شیخ نے ایک کلام طویل میں فرمایا ہے کہ اتحاد کا وہی قائل ہوگا جو اہل الحاد ہوگا اور جو لوگ حلول کے قائل ہیں ہوا جہل اور فضول ہیں۔ (التنبیہ الطربی ص ۵۰)

پیر مہر علی شاہ اپنے ملفوظات میں توحید وجودی کے متعلق اخص الخواص کے عقیدہ کا بیان کے تحت فرماتے ہیں:

ظاہر بین حضرات جنہیں قدرت نے نور باطن سے نہیں نوازا اپنی کم فہمی کی وجہ سے شیخ اکبر کے مسئلہ توحید وجودی کو عقیدہ حلول سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ شیخ نے اپنی تحریروں میں صریحاً اس عقیدہ کا انکار اور رد فرمایا ہے۔

ابن عربیؒ اکابرین امت کی نظر میں:

ابن عربیؒ کے بارے میں گزشتہ صفحات میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ نہ حلول کے قائل تھے نہ اتحاد کے نہ عینیت کے ان معانی کے اعتبار سے جو کفر ہیں۔ بلکہ وہ شریعت کی رسی کو تھامنے والے تھے اسی لیے ان سے اگر کوئی کلام ایسا ظاہر ہوا تو وہ حالت سکر میں ہوا جو قابل مواخذہ نہیں۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں شیخ الشیوخ ہمعصر اور ہم وطن ابن عربی لوگوں نے شیخ اکبر کا حال ان سے پوچھا فرمایا ھو زندیق آدمی ان کے صحبت سے اعراض کرتے تھے جب انہوں نے وفات پائی لوگوں نے شیخ الشیوخ سے ان سے آخرت کا حال دریافت کیا ارشاد ہوا سات قطب الوقت من کان ولی اللہ تمام لوگ متعجب ہوئے عرض کیا کہ کیوں ان کو زندیق کہہ کر ہم کو استفادہ

سے محروم رکھا جواب میں فرمایا کہ وہ ولی واصل بحق تھے لیکن جذبہ قوی رکھتے تھے ہر چند مقرب بارگاہ تھے مگر قابل اتباع نہ تھے اخیر زمانہ میں مجذوب ہو گئے تھے اور زبان ان کی افشاء اسرار میں بے اختیار ہوگئی تھی اگر تم لوگ ان کی صحبت میں رہتے تو گمراہ ہو جاتے کیونکہ غلبہ حال سے ایسی ایسی باتیں کرتے تھے جو تمہارے سمجھ میں آنے کے قابل نہ تھیں اور عوام کے لئے نقصان رساں تھیں۔ اگر خیال کرو تو میں نے تمہارے اوپر احسان کیا پس اس جگہ فرمانا چاہیے کہ ہم لوگوں کا کیا منصب ہے کہ کس و ناکس بازاریوں سے مسئلہ وحدۃ الوجود وحدۃ الموجود کا ذکر کریں اور عوام کو تھوڑا بہت ایمان تقلیدی رکھتے ہیں اس ایمان سے بھی بے نصیب کریں اس معاملہ میں گفتگو فضول ہے بلکہ اپنا وقت اور عوام کا اعتقاد ضائع کرنا ہے۔ (شمائم امدادیہ ص ۳۴)

فتوحات میں شیخ ابن العربیؒ کا قول ہے کہ جو حقیقت خلاف شریعت ہو وہ زندقہ باطلہ ہے نیز فتوحات میں ہے کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہیں بجز اس طریقہ کے جو مشروع فرمایا ہے مکرر فرمایا کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہیں بجز اس کے جس کو شروع فرمایا۔ (التنبیہ الطربی ص ۷)

شیخ ابن العربی کا ارشاد ہے جو شخص میزان شریعت کو ایک لحظہ بھی اپنے ہاتھ سے پھینک دے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (التنبیہ الطربی ص ۴۹)

نیز فتوحات کے باب تین سو بیاسی میں شیخ نے فرمایا کہ جو شخص غوامض شریعت کے سمجھنے اور مشکلات علوم توحید کے حل کرنے کی طرف آنا چاہے اس کو چاہیے کہ اپنی عقل ورائے کے حکم کو چھوڑ دے اور شرع ربانی کو اپنا پیشوا بنائے۔ (التنبیہ الطربی ص ۸)

امام شعرانی ابن عربیؒ کی کلام کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اعلم ان مما یوید هذه المیزان ما اجمع علیه اهل الکشف و صرح به الشیخ محی الدین فی الکلام علی مسح الخف من الفتوحات. (المیزان الکبریٰ للشعرانی ص ۴۶)

ترجمہ:۔ جان لو کہ اس میزان کی جو چیز تائید کرتی ہے وہ وہ چیز ہے جس پر اہل کشف کا اجماع ہے اور شیخ ابن عربی نے فتوحات میں مسئلہ خف پر اس کی تصریح کی ہے۔

امام شعرانیؒ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

فان قلت فهل ما وقع من رسول اللهﷺ ليلة الاسراء من المراجعة في شان الصلوة كان اجتهادا منه ام لا فالجواب كما قال الشيخ محي الدين كان ذلك منه اجتهاد (الميزان الكبرى للشعرانی ص ۵۸)

ترجمہ: پس اگر تو کہے کہ رسول اللہﷺ نے معراج کی رات جو نماز کے بارے میں بار بار رجوع کیا کیا وہ آپ کے اجتہاد سے تھا؟ پس جواب یہ ہے جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے فرمایا کہ یہ رجوع کرنا اپنے اجتہاد سے تھا۔

(نوٹ) امام شعرانیؒ کا ان دونوں مقامات پر ابن عربیؒ کے قول کو اپنی تائید میں پیش کرنا ان کی امامت پر دلالت ہے۔

قال ابن مسدى في جملة ترجمته كان جميل الجملة و التفصيل محصلا لفنون العلم اخص تحصيل وله في الادب الشاو الذى لا يلحق و التقدم الذى لا يسبق قال و كان ظاهرى المذهب في العبادات باطنى النظر في الاعتقادات خاض بحار تلك العبادات و تحقق بمحيا تلك الاشارات و تصانيفه تشهد له عند اولى البصر بالتقدم و الاقدام و مواقف النهايات في مزالق الاقدام و لهذا ما ارتبت في امره و الله تعالىٰ اعلم بسره. (التاج المکلل ص ۱۳۱)

ترجمہ: ابن مسدیؒ آپ کے جملہ حالات میں کہا ہے کہ اجمال و تفصیل کے لحاظ سے اچھے تھے فنون علم کو خاص طور پر حاصل کرنے والے تھے۔ وہ ادب میں اس مقام پر پہنچے کہ کوئی ان کو نہ پاسکا اور ایسے آگے بڑھے کہ کوئی ان سے سبقت نہ کر سکا عبادات میں ظاہر المذہب تھے اور اعتقادات میں باطنی النظر تھے انہوں نے عبادات کے سمندر میں غوطہ خوری کی اور ان اشارات کو زندہ کیا اور ان کی تصانیف اہل بصیرت کے نزدیک ان کے تقدم کی گواہی دے رہی ہے۔

قال الشيخ شمس الدين الذهبي ان له توسعا في الكلام و ذكاء وقوة خاطر حافظة و تدقيقا في التصوف و تاليف جمة في العرفان معتبرة ولو لا شطحة في الكلام لم يكن به با ولعل ذلك وقع منه حال سكره و غيبته فيرجى له الخير انتهى. (التاج المکلل ص ۱۳۱)

ترجمہ: شمس الدین ذہبیؒ فرماتے ہیں ان کے لئے کلام میں توسع تھا ذہین تھے قوی الحافظہ تھے تصوف میں دقیق النظر تھے ان کی ایسی عمدہ تالیفات ہیں جو علم وعرفان میں معتبر ہیں۔ اگر ان کے کلام میں شطحیات نہ ہوتیں تو کوئی حرج نہ تھا شاید ان سے حالت غیبوبت وسکر میں شطحیات کا صدور ہوا ان کے لئے خیر کی امید کی جاتی ہے۔

حافظ ذہبیؒ اور ابن عربیؒ:

حافظ ابو عبداللہ ذہبی (صاحب اسماء الرجال) سے شیخ محی الدین کے اس قول کی نسبت جو انہوں نے اپنی کتاب فصوص میں کہا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو حضرة نبویہ کی اذان سے بنایا ہے پوچھا گیا انہوں نے فرمایا میں یہ گمان نہیں کرتا کہ ایسا شیخ جھوٹ کہتا ہو حالانکہ حافظ ذہبی شیخ پر اور جماعت صوفیہ پر شدت کے ساتھ نکیر کرنے والوں میں ہیں یہ بھی اور ابن تیمیہ بھی (التنبیہ الطربی ص ۲۰)

حضرت مجددؒ ابن عربیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

انہوں نے کمال معرفت سے اس مسئلہ دقیقہ کو شرح کیا اور ابواب اور فصلوں میں تقسیم کر کے صرف و نحو کی طرح جمع کیا باوجود اس امر کے پھر بھی طائفہ میں سے بعض نے اس کی مراد کو نہ سمجھ کر ان کو خطا کی طرف منسوب کیا اور ان پر طعن وملامت کی اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں شیخ حق پر ہیں اور ان پر طعن کرنے والے دور از ثواب ہیں شیخ کی بزرگی اور ان کے علم کی زیادت اس مسئلہ کی تحقیق سے معلوم کرنی چاہیے اور ان پر رد وطعن نہ کرنی چاہیے۔ (مکتوبات ص ۴۷ دفتر سوم)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

اس بارے میں جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے مفصل بیان کرتا ہے پہلے شیخ محی الدین ابن عربیؒ کا جو متاخرین صوفیاء کا امام مقتدا ہے اس مسئلہ میں جو مذہب ہے وہ بیان کرتا ہے۔ (مکتوبات ص ۲۳ ج ۲)

تیسرے مقام پر حضرت مجددؒ فرماتے ہیں:

یہ فقیر شیخ محی الدین کو مقبولین میں سمجھتا ہے لیکن ان کے وہ علوم جو جمہور کے عقائد اور کتاب وسنت

کے ظواہر کے خلاف ہیں ان کو خطا اور معتبر سمجھتا ہے لوگوں نے ان کے بارے میں افراط وتفریط کی راہ اختیار کی ہے اور وہ میانہ روی سے دور جا پڑے ہیں ایک جماعت شیخ پر زبان طعن وملامت دراز کرتی ہے اور ان کے معارف وحقائق کا بھی انکار کرتی ہے دوسری جماعت نے شیخ کی مکمل تقلید اختیار کی ہے اور ان کے تمام معارف وحقائق برسرحق سمجھتی ہے اور دلائل وشواہد سے ان کی حقیقت ثابت کرتی ہے اس میں شک نہیں کہ دونوں فریقوں نے افراط وتفریط کی راہ اختیار کی ہے اور وہ میانہ روی سے دور جا پڑے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ عجیب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین مقبولین حق میں نظر آتے ہیں اور ان کے اکثر معارف وتحقیقت جو اہل حق کے خلاف ہیں خطاء ناصواب نظر آتے ہیں۔ (مکتوب ۲۶۶ دفتر اول)

مؤرخ الاسلام مولانا ابوالحسن ندویؒ لکھتے ہیں:

شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے ۶۳۸ھ میں ابن تیمیہ کی ولادت سے ۲۳ سال پیشتر وفات پائی تھی ان کی کتابیں خصوصاً فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم عام طور پر متداول تھیں اور علمی حلقوں میں وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص ۶۸ حصہ دوم)

ابن تیمیہؒ باوجود ابن عربیؒ کے مخالف ہونے کے لکھتے ہیں:

وهذه المعاني كلها هي قول صاحب الفصوص و الله تعالىٰ اعلم بماما ت الرجل عليه و الله يغفر لجميع المسلمين والمسلمات والمؤمنين والمومنات الاحياء منهم والاموات ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلاللذين امنو ربنا انك رئوف رحيم.

ترجمہ: یہ تمام مضامین صاحب فصوص کے اقوال میں اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ انکا خاتمہ کس چیز پر ہوا اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں مردوں اور عورتوں زندہ ومردہ کی مغفرت فرمائے اے ہمارے پروردگار ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرمادے جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ چلے گئے اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کی طرف سے کھوٹ نہ رکھے ہمارے پروردگار تو بڑی شفقت والا مہربان ہے۔ (مکتوب شیخ الاسلام بنام شیخ نصر المنجی مندرجہ جلاء العینین ص ۵۷)

دوسرے مقام میں فرماتے ہیں:

واما الفاجر التلمسانی فهوا خبث القوم واعمقهم فی الکفر فانه لا یفرق بین الوجود والثبوت کما یفرق ابن عربی.

ترجمہ: باقی رہا تلمسانی فاسق تو اس گروہ میں اس کی خباثت سب سے بڑھی ہوئی تھی اور کفر میں وہ سب سے گہرا ہے اس لئے کہ وہ وجود وثبوت کے درمیان اس طرح بھی فرق نہیں کرتا جس طرح ابن عربی کرتے ہیں۔ (ایضاً ص ۵۸)

تیسرے مقام پر لکھتے ہیں:

لکن ابن عربی اقربهم الی الاسلام و احسن کلاما فی مواضع کثیرة فانه یفرق بین المظاهر والظاهر فیقر الامر والنهی والشرائع علی ماهی علیه ویامر بالسلوک بکثیر مما امربه المشائخ من الاخلاق و العبادات و لهذا کثیر من العباد یا خذون من کلامه سلوکهم فینتفعن بذالک وان کانوا لا یفقهون حقائقه و من فهمها منهم و وافقه فقد تبین قوله.

ترجمہ: ابن عربی ان لوگوں میں اسلام سے قریب تر ہیں اور ان کا کلام بہت سے مقامات پر نسبتاً ہے اس لئے وہ مظاہر اور ظاہر میں فرق کرتے ہیں۔ امر ونہی اور شرائع واحکام کو اپنی جگہ رکھتے ہیں مشائخ واحکام کو اپنی جگہ رکھتے ہیں مشائخ نے جن اخلاق وعبادات کی تاکید کی ہے ان کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اس لئے بہت سے عابد وصوفی ان کے کلام سے سلوک کو اخذ کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کے حقائق کو اچھی طرح نہیں سمجھتے ان میں سے جو ان حقائق کو سمجھ لیتے ہیں اور ان کی موافقت کرتے ہیں ان پر ان کے کلام کی حقیقت منکشف ہوجاتی ہے۔ (جلاء العینین ص ۵۷)

شیخ الاسلام مخزومیؒ اور ابن عربیؒ:

شیخ الاسلام مخزومیؒ فرماتے ہیں کہ میں جب قاہرہ میں پہنچا جس سال ہمارے شیخ سراج الدین بلقینیؒ کی وفات ہوئی اور یہ واقعہ سنہ آٹھ سو چار میں ہوا میں نے ان سے اس امر کا تذکرہ کیا جو شیخ محی الدین کے حق میں بعض اہل شام سے سنا تھا کہ وہ حلول واتحاد کے قائل ہیں شیخ نے فرمایا معاذ اللہ

اور فرمایا ان کی شان اس سے بالکل ارفع ہے وہ تو اعظم آئمہ سے ہیں اور ان لوگوں سے ہیں جو کتاب وسنت کے دریاؤں میں شناوری کئے ہوئے ہیں (تو ایسا کہیں ایسے امر کا قائل ہو سکتا ہے۔(التنبیہ الطربی ۴۹)

دوسرے مقام پر شیخ الاسلامؒ پر فرماتے ہیں:

اپنے کو شیخ محی الدین کے کلام پر (معاندانہ) نکیر کرنے سے بہت بچانا کیونکہ اولیاء کے گوشت زہر آلود ہیں اور ان سے بغض رکھنے والے کے دین کا برباد ہو جانا ایک مسلم بات ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے وہ نصرانی ہو کر مرتا ہے۔ جو شخص ان کی شان میں گستاخی کے ساتھ زبان درازی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو موت قلب میں مبتلا کرتا ہے۔ (التنبیہ الطربی ۴۹)

شیخ قطب الدین شیرازیؒ اور ابن عربیؒ:

شیخ محی الدینؒ علوم شریعت وحقیقت میں کامل تھے ان کی شان میں وہی شخص جرح وقدح کرتا ہے جو ان کے کلام کو نہیں سمجھتا۔ (التنبیہ الطربی ۲۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ابن عربیؒ:

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے مکتوب مدنی کے خطبہ کے شروع میں فرماتے ہیں:

قد وصل الی کتابکم الذی سالتمونی فیہ ان وحدۃ الوجود علی ما ذکرہ الشیخ الاکبر و اتباعہ و عن وحدۃ الشھود علی علی ما ذکرہ الشیخ المجددؒ و ھل یمکن التطبیق بینھا رضی اللہ تعالیٰ عن الجمیع و ارضاھم . (مکتوب مدنی ص ۱)

ترجمہ: تحقیق میرے پاس تمہارا خط پہنچا ہے جس میں تم نے مجھ سے وحدۃ الوجود جیسا کہ شیخ اکبرؒ اور ان کے متبعین نے ذکر کیا ہے اور وحدۃ الشھود جیسا کہ شیخ مجددؒ نے ذکر کیا ہے ان کے بارے میں سوال کیا ہے اور پوچھا ہے کہ کیا ان دونوں کے درمیان (اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو روضی کرے) تطبیق ممکن ہے۔ شاہ ولی اللہؒ دونوں حضرات کو دعا دے رہے ہیں اور ابن عربی کو الشیخ الاکبر کے لقب سے ذکر فرما رہے ہیں اس سے ان کے نزدیک ابن عربی کا مقام واضح ہوتا ہے۔

حضرت الشاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ اور ابن عربیؒ:

حضرت الشاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ ابن عربیؒ کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

الشیخ الاکبر و الکبریت الاحمر فاتح الطریقة الولایة و کاتمها ناشر برد المعرفة و ناظمها الداعی الی طریق الهدایة الخائض فی بحار العنایة صاحب الکرامات البدیعة و المقامات الرفیعة ابی عبدالله محمد بن علی بن محمد ابن العربی الطائی المغربی المالکی (دمغ الباطل ص ۹۹)

شاہ رفیع الدین کا ان جلیل الشان القابات کے ساتھ ابن عربی کا ذکر فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے ان کے ہاں ابن عربی کا مقام کس قدر بلند تھا۔

شاعر مشرقؒ اور ابن عربیؒ:

علامہ اقبالؒ کو کیمبرج یونیورسٹی میں زمان و مکان کے متعلق حضرت شیخ اکبر کے نظریہ پر لیکچر دینا تھا لیکن انہیں بھی موت نے مہلت نہ دی انہوں نے اس موقع پر حضرت پیر مہر علی شاہؒ کو ایک عریضہ لکھا ان کے عریضہ کی نقل اقبال نامہ جلد اول میں شائع ہو چکی ہے تاہم یہاں بھی درج کی جاتی ہے۔

لاہور ۱۸ اگست ۱۹۳۳ء

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ السلام علیکم!

اگرچہ زیارت اور استفادہ کا شوق ایک مدت سے ہے تاہم اس سے پہلے شرف نیاز حاصل نہیں ہوا اب اس محرومی کی تلافی اس عریضہ سے کرتا ہوں گو مجھے اندیشہ ہے کہ اس خط کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں جناب کو زحمت ہوگی بہر حال جناب کی وسعت اخلاق پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ چند سطور لکھنے کی جرات کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقصد کے لئے کھٹکایا جائے میں نے گذشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے اداشناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی اب پھر ادھر جانے کا قصد ہے اور اس سفر میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہے نظر بایں حال چند امور دریافت طلب ہیں جناب کے اخلاق

کریمانہ سے بعید نہ ہوگا اگر سوالات کا جواب شافی مرحمت فرمایا جائے۔

(۱) اول یہ کہ حضرت شیخ اکبرؒ نے تعلیم حقیقت زمان کے متعلق کیا کہا ہے اور آئمہ متکلمین سے کہاں تک مختلف ہے۔ (۲) یہ تعلیم شیخ اکبرؒ کی کون کون سی کتب میں پائی جاتی ہے اور کہاں کہاں؟ اس سوال کا مقصود یہ ہے کہ سوال اول کے جواب کی روشنی میں خود بھی ان مقامات کا مطالعہ کر سکوں۔

(۳) حضرات صوفیہ میں اگر کسی بزرگ نے بھی حقیقت زمان پر بحث کی ہو تو ان بزرگ کے ارشادات کے نشان بھی مطلوب ہیں مولوی سید انور شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے مجھے عربی کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا اس کا نام تھا درایۃ الزمان جناب کو ضرور اس کا علم ہوگا میں نے یہ رسالہ دیکھا مگر چونکہ یہ رسالہ بہت مختصر ہے اس لئے مزید روشنی کی ضرورت ہے۔

میں نے سنا ہے کہ جناب نے درس و تدریس کا سلسلہ ترک فرمادیا اس لئے مجھے یہ عریضہ لکھنے میں تامل تھا لیکن مقصود چونکہ خدمت اسلام ہے مجھے یقین ہے کہ اس تصدیقہ کے لئے جناب معاف فرمائیں گے باقی التماس دعا مخلص محمد اقبال۔ (مہر منیر ص ۳۲۶)

علامہ کے اس مکتوب سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے دل میں شیخ اکبرؒ اور ان کے ہم خیال عرفاء کامل کا کس قدر زیادہ احترام تھا اور وہ ان کی علمی جلالت اور عرفانی بصیرت کے کس درجہ معتقد تھے۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے:

وقال بعضهم ان مصنفاته بلغت نيفا و اربعمائة مصنف و كان يقوم بالقدم و ذهب فى ذالك مذهب بعض المصوفة فكفره بعضهم و رموه بضعف المعتقد انكر عليه قوم لاجل كلمات و الفاظ وقعت فى كتبه قد قصرت افهامهم عن ادراك معانيها اما المحققون فقد اجمعوا على جلالته فى سائر العلوم و انكروا على من يطالع كلامه من غير سلوك طريق الرياضة خوفا من حصول شبة فى معتقده و كراماته و مناقبه كثيرة لا تحصى (التاج المكلل ص ۱۲۳)

ترجمہ: اور بعض نے فرمایا ان کی تصنیفات کی تعداد چار سو سے کچھ اوپر ہے اور وہ قدم کے قائل تھے اور اس مسئلہ میں بعض صوفیا کے مسلک کو اختیار کیا پس بعض نے ان کی تکفیر کی ہے اور ان کی نسبت

ضعف اعتقاد کی طرف ہے اور ایک قوم نے ان پر ان کے ان کلمات اور ان الفاظ کی وجہ سے اعتراض کیا ہے جو ان کی کتب میں واقع ہوئے ہیں۔ حالانکہ اعتراض کرنے والوں کی فہم ان کے معانی کے ادراک سے قاصی تھی بہر حال محققین تمام علوم میں ان کی عظمت شان کے قائل ہیں اور جو بغیر ریاضت کے سلوک کو طے کئے ہوئے ان کی کتب کا مطالعہ کرتا ہے اس پر اعتراض کرتے ہیں اس خوف سے کہ وہ آپ کے اعتقاد و کرامات کے بارے میں شبہ میں پڑ جائے گا آپ کے مناقب اس قدر کثیر ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔

آگے لکھتے ہیں:

وهو حجة الله الظاهرة وايته الباهرة و قد تصدى للانتصار له والاذعان لفضله من فحول العلماء الجم الغفير (التاج المکلل ص۱۳۳)

ترجمہ: وہ اللہ کی ظاہری حجت تھے، واضح نشانی تھے، بڑے بڑے علماء میں سے ایک جم غفیر نے آپ کی مدد کی ہے اور آپ کی فضیلت کے قائل ہوئے ہیں۔

واما كتبه و مصنفاته فالبحور الزواجر التى لكثرتها و جواهر ها لا يعرف لها اول ولا اخر ما وضع الواضعون مثلها والما خص الله بمعرفة قدرها اهلها ومن خواص كتبه ان من واظب على مطالعتها و النظر فيها و تامل مافى مبانيها انشرح صدره لحل المشكلات و فك المعضلات و هذا الشان لايكون الا لانفاس من خصه الله بالعلوم اللدنية الربانية (التاج المکلل ص۱۳۴)

ترجمہ: بہر حال آپ کی تصانیف و کتب ایسے سمندر ہیں کہ جو جواہرات اور کثرت کی وجہ سے نہ انکا اول معلوم ہوتا ہے اور نہ آخر ان کی مثل کتب کسی نے تصنیف نہیں کیں اللہ تعالیٰ نے ان کی معرفت کے ساتھ اس کو ہی خاص کیا جو اس کا اہل و حقدار تھا آپ کی کتب کے خواص میں سے ہے جو مواظبت کے ساتھ ان کا مطالعہ کرتا ہے اور ان میں نظر کرتا ہے اور اس کے مبانی میں نظر کرتا ہے تو مشکلات کے حل اور معضلات کے کھولنے کے لئے اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ اور یہ مقام انہی لوگوں کا ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وہبی علوم کے ساتھ خاص طور پر نوازا ہو۔

نیز لکھتے ہیں:

قال و لہ من المجلس مالا یسعوفی و بالجملۃ فھو حجۃ اللہ الظاہر و ایۃ الکباھرۃ اما کراماتہ فلا تحصرھا مجلدات قال الشعرانی و قول المنکرین فی حقہ مثل غثاء و ھباء لا یعباء بہ.

ترجمہ: اور میں کہتا ہوں کہ آپ کے اس قدر محاسن ہیں کہ شمار سے باہر ہیں آپ اللہ کی واضح حجت تھے اور واضح نشانی تھے آپ کی کرامات کا کئی جلدوں میں بھی سمانا مشکل ہے امام شعرانی فرماتے ہیں آپ کے مخالفین کے اقوال مثل دھول اور راکھ کی ہے ان کی کچھ پرواہ نہیں۔

آخر میں لکھتے ہیں:

فجزا اللہ عنا و عن سائر المسلمین جزاء حسنا افاض علینا من انوارہ و کسانا من حلل اسرارہ و سقانا من حمیا شرابہ و حشرنا فی زمرۃ احبابہ بجاہ سید اصفیائہ و خاتم انبیائہ ﷺ (التاج المکلل ص ۱۲۵)

ترجمہ: پس اللہ ان کو سب مسلمانوں کی طرف سے عمدہ جزا دے اور ہم پر ان کے انوارات کی بارش کرے۔ اور آپ کے اسرار کے زیورات سے ہم کو بھی زیور پہنائے اور آپ کے چشمہ سے ہمیں بھی سیراب کرے۔ اور ہمارا حشر آپ کے احباب و متعلقین میں کرے، عمدہ انسانوں کے سردار خاتم انبیاء ﷺ کے واسطے سے۔

مشہور غیر مقلد نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

و شیخنا ابن تیمیہ قد شدد الانکار علی ابن عربی و تبعہ الحافظ و التفتازانی و عندی انھم لم یفھموا مراد الشیخ و لم یمعنوا النظر فیہ و انما او حشتھم ظواھر الفاظ الشیخ فی الفصوص و لو نظروا فی الفتوحات لعرفوا ان الشیخ رحمہ اللہ من اھل الحدیث اصولا و فروعا و ان من اشد الرادین علی ارباب التقلید۔ (ہدیۃ المہدی ص ۵۱)

ترجمہ: اور ہمارے شیخ ابن تیمیہؒ نے ابن عربیؒ کی سخت مخالفت کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ اور علامہ تفتازانیؒ نے بھی ان کی اتباع کی ہے۔ اور میرے نزدیک انہوں نے شیخ کی مراد کو نہیں سمجھا اور نہ ان کے کلام کو گہری نظر سے دیکھا ہے۔ ان کو شیخ کے ان الفاظ کے ظواہر نے وحشت میں ڈال دیا جو

کہ فصوص الحکم میں ہیں اگر وہ فتوحات مکیہ میں نظر کرتے تو وہ جان لیتے کہ شیخ تو اہل حدیث تھے اصولاً وفروعاً اور مقلدین پر سخت رد کرنے والوں میں سے تھے۔

نیز لکھتے ہیں:

قال الشیخ المجدد انا مخالف للشیخ و اقول انه اخطا فی هذه المسئلة و مع ذلک هو من اولیاء الله تعالیٰ و الذی یلمه و ینکر علیه هو فی الخطر (ایضاً ص ۵۱)

ترجمہ: شیخ مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں میں شیخ ابن عربی کا مخالف ہوں اور میں کہتا ہوں کہ انہوں نے اس مسئلہ میں خطا کی اس کے باوجود وہ اولیاء اللہ میں تھے اور وہ شخص جو ان کی مذمت اور ان کی مخالفت کرتا ہے وہ خطرے میں ہے۔

تیسرے مقام پر فرماتے ہیں:

قال السید من اصحابنا اعتقدنا من الشیخ الاجل محی الدین بن العربی و الشیخ حمد السرهندی انهما من صفوة عبدالله (ایضاً:۵۱)

ترجمہ: اور ہمارے نواب صدیق حسن خان ابن عربیؒ اور شیخ احمد سرہندیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ دونوں اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

ڈاکٹر اسرار صاحب داؤد غزنوی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا داؤد غزنوی نے شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے بارے میں فرمایا کہ حضرت ابن عربیؒ کا نظریہ وحدت وجود پر سب سے سخت تنقید حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمائی اور شدید ترین اختلاف کا اظہار کیا۔ لیکن اس کے باوجود ان کا ادب واحترام جس درجہ انہوں نے ملحوظ رکھا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ مکتوبات میں ایک مقام پر آپ تحریر فرماتے ہیں من زلۃ برادر خوان ایشانم، لیکن چہ کنم؟ معاملہ صفات باری تعالیٰ است ـــــ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے حضرت کا تعظیم آمیز کلمہ تو بہت ہی حیرانی کا موجب ہوا چنانچہ جمعہ کے بعد جب ایک جگہ کھانے پر ملاقات ہوئی تو مجھ سے نہ رہا گیا تو میں نے عرض کر ہی دیا کہ حضرت! آپ نے ابن عربیؒ کا تذکرہ تعظیم وتکریم کے ساتھ کیا حالانکہ امام ابن تیمیہ کی رائے ان کے بارے میں بہت سخت ہے۔ اس کا جو جواب مولانا مرحوم نے دیا وہ اس قابل ہے کہ

سنہری حروف سے لکھا جائے اور دین کے تمام خادم اس کو حرز جان بنالیں میری بات سن کر مولانا قدرے توقف کے بعد فرمایا:

ڈاکٹر صاحب! ابن تیمیہؒ اور ابن عربیؒ دونوں ہی ہمارے بزرگ ہیں اپنے آپس کے اختلاف کو وہ جانیں، ہم خورد ہیں اور خورد رہنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں۔ مولانا نے یہ الفاظ اتنے شدید تاثر کے ساتھ فرمائے کہ ساتھ ہی ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں عرض نہیں کر سکتا کہ مولانا کے اس منکسرانہ قول سے میرے دل میں ان کی عزت میں ایک دم کس قدر اضافہ ہوا اور ان کا احترام کتنا بڑھ گیا۔ (سوانح مولانا داؤد غزنوی ص ۸۸)

گذشتہ عبارات سے معلوم ہو گیا کہ ابن عربیؒ کا دامن، لگائے گئے الزامات سے پاک ہے۔ اور اگر کبھی اس قسم کا کلام ان سے ظاہر ہوا بھی تو حالت سکر میں ہوا اس لئے معذور رہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆